File F:\Graphic1.tif not found.

شعروادب

اٹھ اور زمانے کے مقدر کو بدل دے!

ماہر القادری مرحوم

پھر صبح طربناک نکلتی نظر آئے ۔۔۔ اقوام کی تاریخ بدلتی نظر آئے
صہبائے عمل جام میں ڈھلتی نظر آئے ۔۔۔ گرتی ہوئی مخلوق سنبھلتی نظر آئے
تو مردِ مسلماں ہے تو پیغام عمل دے
اٹھ اور زمانے کے مقدر کو بدل دے

سرمایۂ عظمت ہے تری ذات گرامی ۔۔۔ تو خالق و مخلوق کے مابین پیامی
طوفان کی شورش ہے تری مست خرامی ۔۔۔ اے تجھ کو سزاوار محمد کی غلامی
ایمان کی دولت تجھے اللہ نے دی ہے
دنیا تیرے قدموں کی طرف دیکھ رہی ہے

اخلاق ترے پاس ہیں ایمان ترے پاس ۔۔۔ ایقان ترے پاس ہے عرفان ترے پاس
کونین کی رفعت کے ہیں سامان ترے پاس ۔۔۔ تلوار ترے پاس ہے قرآن ترے پاس
تو چاہے تو ڈوبا ہوا خورشید نکل آئے
تدبیر تو کیا چیز ہے تقدیر بدل جائے

تو وہ کہ دہل جائے ترے نام سے دنیا ۔۔۔ پاتی ہے نئی زیست ترے کام سے دنیا
زندہ ابھی تک ترے پیغام سے دنیا ۔۔۔ مست مئے الفت ہے ترے جام سے دنیا
دنیا کا ، حکومت کا سزاوار توئی ہے
اللہ کے اکرام کا حقدار توئی ہے

تو روح بلالی ہے کبھی فکر غزالی ۔۔۔ تو شان جلالی ہے کبھی ناز جمالی
جھکتے ہیں ترے سامنے اصنام خیالی ۔۔۔ آزاد ہے تو آزاد تری فطرت عالی
مٹھی میں تری گردش افلاک و زمیں ہے
کفار کی کثرت کا تجھے خوف نہیں ہے

پھر معرکۂ بدر زمانہ میں ہے در پیش ۔۔۔ پھر ترے مٹانے کو ہے تیار جفاکیش
ڈر ہے کہ ترا مال نہ مٹ جائے کم و بیش ۔۔۔ اسلام کے در پہ ہیں جفاکار ، بد اندیش
الہام ہے شاعر کا یہ پیغام نہیں ہے
بیدار کے سونے کا یہ ہنگام نہیں ہے

File F:\Front.tif not found.

اداریہ

سیرتِ رسولؐ کا اصل پیغام

● ....شمس الحق ندوی

ماہ ربیع الاول کی آمد آمد ہے، آپ کے دل و دماغ میں، آپ کی اصطلاح میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں اور نعتیہ مشاعروں کی محفلوں کا خیال گردش کرر ہا ہے، ابھی سے گیٹوں کی سجاوٹ اور رنگ و نور کی جگمگاہٹ کا منظر دل کو سرور اور آنکھوں کو نور کی تابانی عطا کرر ہا ہے، آپ کو شاید یہ فکر بھی ہو کہ اس سال ہمارے محلّہ یا ہمارے شہر کے جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سجاوٹ کو دوسرے محلوں یا شہروں کی سجاوٹ سے اچھوتا اور نرالا انداز اپنانا ہے جو سب پر فائق اور سب سے زیادہ نگاہوں کو خیرہ کرنے والا اور واہ واہ کی داد حاصل کرنے والا ہو، لیکن آپ سے ہماری گزارش ہے کہ اس سے قبل کہ آپ ان جلسوں کے اہتمام کی گرانباری اور مقابلہ کی چشمک کا شکار ہوں، تھوڑی دیر کے لیے ہمارے ساتھ مکہ کی جھلستی ہوئی پہاڑوں کے دامن میں تپتی ہوئی ریت پر دو چار قدم چل لیں اور پھر اپنے پاؤں کے آبلوں اور چھالوں سے پوچھیں کہ ان پر کیا گزرتی تھی، جن کو صرف اس پاداش میں کہ وہ بارہ ربیع الاول کو آنے والے رسول پر ایمان لائے ہیں اس تپتے ہوئے ریگ زار پر لٹا کر سینے پر گرم و بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا کہ ہل بھی نہ سکیں۔

ذرا اس کربناک منظر کو دیکھنے کی تاب ہو تو نظر اٹھایئے اور دیکھئے کہ حضرت خبیبؓ کو ایک ستون پر لٹکا دیا گیا ہے، قبائل کے نوجوان ان پر تیروں کی بارش کرکے اپنے دل کا ارمان نکال رہے ہیں، ایک کہتا ہے کہ کہو: کیا اب یہ پسند کروگے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا کلمہ پڑھنا چھوڑ دو، تم کو آزاد کردیا جائے گا، اور تمھاری جگہ (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، جواب ملتا ہے ہماری جگہ ہمارا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ہو اور میں چھوڑ دیا جاؤں یہ تو بہت دور کی بات ہے، ہم کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھے اور میں چھوڑ دیا جاؤں، اب آپ اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں اور تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ذرا حضرت خباب بن ارتؓ کی پیٹھ کھول کر دیکھئے، یہ جو برص کے سے داغ نظر آرہے ہیں یہ اس کے ہیں کہ ان کو آگ پر لٹا دیا گیا تھا اور ایک شخص نے سینہ پر پاؤں رکھ دیا تھا کہ پیٹھ زمین سے لگ جائے اور آگ کے انگارے جسم سے چپک جائیں۔

نازوں میں یہ مصعب بن عمیرؓ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ میں میں نے مصعب بن عمیر سے زیادہ خوش وضع و خوبرو، جامہ زیب اور ان سے زیادہ ناز پروردہ کسی اور کو نہیں دیکھا، لیکن یہی مصعب بن عمیر جب چھپ چھپا کر اسلام لائے اور قبیلہ والوں کو خبر ہوگئی تو ان کو پکڑ کر قید کردیا، اور ہجرت حبشہ تک قید میں رہے۔

یہ عثمان بن مظعونؓ ہیں، اسلام لانے کے بعد ولید بن مغیرہ کی پناہ لے لی تھی لیکن کچھ ہی دنوں بعد ان کی غیرت ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ کسی مشرک کی پناہ میں رہیں بالآخر ایک مشرک سے کہا سنی کے بعد اس نے ان کی آنکھ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ان کی آنکھ جاتی رہی۔

یہ خون سے لت پت خاتون حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ ہیں اور بھائی ہی کی زدوکوب نے ان کو لہولہان کررکھا ہے، آخر بہن کے خون کی اس لالی نے بھائی کے پتھر دل کو موم کردیا، کچھ سوچا، پھر پوچھا، پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

یہ شعب ابی طالب ہے، سنئے اس گھاٹی سے بچوں کے رونے اور بلبلانے کی کیسی کربناک آوازیں آرہی ہیں، اللہ کے رسول اور ان کے فدائیوں اور ہمنواؤں کا مقاطعہ کردیا گیا ہے، وہ اس گھاٹی میں محصور ہیں، کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں پہونچ پارہا ہے، یہ عرصہ دو چار ہفتہ، مہینہ کا نہیں تھا، بلکہ اس حال میں پورے تین سال گزر گئے، ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگیا، بچے بلک رہے ہیں، بڑے ببول کی پتیاں کھانے پر مجبور ہیں، زیادہ

تفصیل آپ کو بے کار بنا کر رکھ دے گی۔

ادھر دیکھئے رات کی تاریکی میں کاشانۂ نبوی پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے کہ آپ باہر نہ نکل سکیں اور صبح ہوتے ہی (نعوذ باللہ) آپ کا کام تمام کر دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے کس طرح نکلے وہ آپ کو معلوم ہے، آپ اپنے رفیق غار صدیق اکبر کے ساتھ غار ثور میں چھپے ہوئے ہیں اور غیظ وغضب میں بھرے ہوئے کفار آپ کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں، پکڑنے والوں کے لیے انعام مقرر کیا جا چکا ہے، غار کے اوپر کفار کے چلنے کی آواز آرہی ہے، کیسی بے کسی کا عالم ہے؟

یہ جو کچھ آپ نے دیکھا اور سنا ایک جھلک ہے ابتلاء وآزمائش کے ان پہاڑوں کی جو ان پر اوران کے صحابہ پر توڑے گئے، جن کی یاد میں عید میلا دالنبیؐ کے نام سے سیرت کے جلسے منعقد ہوں گے، جلسے ہوں گے، نعتیہ مشاعرے ہوں گے، پوری رات میلے کا سا سماں ہوگا، رنگ ونور کا سیلاب چل رہا ہوگا، اور صبح کے تڑکے جب مسجد کے میناروں سے مؤذن کی صدا گونجے گی کہ نماز کے لیے آؤ، کامیابی کی طرف آؤ، تو محبت رسول کے یہ دعویدار نیند کے خراٹے لے رہے ہوں گے جب کہ اس ذات عالی کا جس کے نام پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، میلا د میں معراج کا بھی ذکر آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز مومن کی معراج ہے'' نماز کی بات تو رات بھر جاگنے کے سیاق میں آگئی''۔

اب ذرا تھم جایئے سوچئے اور غور کیجیے کہ اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے وہ تکلیفیں اور مشقتیں کیوں جھیلی تھیں جن کا ذکر ہوا، کیا صرف اس لیے کہ تاریخ میں ان کے صبر وثبات اور استقامت کا تذکرہ ہو یا اس لیے کہ وہ اپنی اس قوت ایمانی واخلاص اور صرف ایک کی بڑائی کے اعتراف اور اس کے سامنے جھکنے کی عملی دعوت دیں، کہ ان کے اس عملی کردار سے آنے والی نسلوں کو روشنی ملتی رہے اور وہ اپنی زندگی کے ایمانی اور عملی سانچہ کو اسی سانچہ میں ڈھال لیں جس سانچہ میں انھوں نے اپنے آپ کو ڈھالا تھا۔

دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ عین اس وقت جس وقت ہم میلا د کی مسرفانہ بلکہ نمائشی اور مسابقانہ وریا کارانہ سجاوٹ میں سارے حدود وقیود کو توڑ کر دیوالی اور دسہرہ کا سماں پیش کر رہے ہوتے ہیں، کتنے دینی کام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے کے کام روپیے نہ ہونے کے سبب رکے ہوتے ہیں، کہاں امت کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو آنے والے رسولؐ کی بے کلی وتڑپ کہ اس کو راہ حق پر چلنا نصیب ہو، وہ شرک وبدعت سے محفوظ، کتاب وسنت کے صاف شفاف آئینہ میں اپنے خدوخال کو دیکھے اور جو بھی داغ دھبہ نظر آئے اس کو فوراً مٹا کر سنت رسولؐ کے مطابق بنالے، سیرت پاک پر ہونے والے ان جلسوں کا بھی اصل مقصد یہی ہونا چاہئے، نہ کہ تسکین شوق اور نمود ونمائش۔

علماء کرام سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کو سنیں، جانیں اوران پر عمل کریں، ہماری زندگی، ہمارے سماج ومعاشرہ میں جو چیز بھی ایسی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے میل نہ کھاتی ہو اس کو فوراً مٹا دیں، لیکن جب ہم رسمی اور رواجی میلا د ہی میں کھو جائیں گے تو پھر وہ روشنی کیسے حاصل ہوگی جو سیرت پاک ہمیں عطا کرتی ہے۔

زیادہ کچھ کہنے کے بجائے بس اتنا ہی عرض ہے کہ آپ سوچئے کہ بالفرض اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تشریف لائیں جب ہزاروں اور لاکھوں روپئے سجاوٹ میں لگا کر جشن میلا دالنبی منایا جا رہا ہو، اور یہ سوال کریں کہ ہماری امت کے ہزاروں بچے دینی تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں، ان کو کتابیں اور مدرسے میسر نہیں، سینکڑوں یتیموں اور بیواؤں کو کھانا کپڑا نصیب نہیں ہے، ہم نے تو تم کو یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کے فضائل سنائے تھے، گرتوں کو اٹھانے اور سہارا دینے کے احکامات بتائے تھے، ادھر سے غفلت برت کر یہ لاکھوں روپئے ہمارے نام پر میلا د کے عنوان سے کیوں اور کس لیے خرچ کر رہے ہو، جس کے بارے میں ہم نے ایک بار بھی نہیں کہا تھا کہ ہمارے دنیا سے جانے کے بعد ہماری یاد میں ہماری برسی منایا کرنا اور خوب سجاوٹ وفخر ومباہات کے ساتھ منانا، سوچئے اور غور کیجیے یہ مسرفانہ خرچ کیوں اور کس لیے، اور ایسے وقت میں جب امت مسلمہ کا دین وعقیدہ خطرے میں ہے، ہر چہار طرف سے سازشیں اور حملے ایسے ہیں کہ پہاڑ ہل جائیں۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

راہِ عمل

آخری قسط

اعتماد واطمینان کا ماحول پیدا کیجیے!

گورکھپور میں حلقۂ پیامِ انسانیت کے جلسہ سے پرسوز ودرد انگیز خطاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

پوری زندگی لاٹری بن گئی ہے

اور خدا بھلا کرے لاٹری کا بھی چلن ہوگیا ہے، کتنے آدمیوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہوگا، ہم بھی اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں آدمی کروڑ پتی بن گیا، اور لاکھ پتی ہوگیا، یہ تو ہیں لاٹری کے طریقے، کبھی کسی کی قسمت جاگ اٹھتی ہے اور کبھی کسی کی، لیکن لاٹری کے علاوہ پوری زندگی لاٹری بن گئی، مصیبت تو یہ ہے کہ اس لاٹری میں کبھی کبھی کسی کا نام نکلتا ہے لیکن یہاں پر تو سب نے داؤں پر چڑھا رکھا ہے، اپنی تمام قابلیت کو، اپنی تمام ایمانداری کو، اپنی شرافت کو، اپنی عزت کو، اور ہر ایک جانتا ہے کہ آج ہی اس کے نام کا پتی نکل آئے، اس زمانہ میں پیسہ کی جو محبت پیدا ہوگئی ہے، اور خاص طور پر ہمارے مشرقی ملکوں میں، اور ہمارے ایشیائی ملکوں میں، اور ہمارا ملک بھی ایشیا ہی میں ہے، تو ان مشرقی ملکوں میں پیسے کی محبت ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ سارے حدود پھلانگ گئے، اور جتنی حدیں اور جتنی سرحدیں تھیں، سب ہی کراس کر گئے، ہر قیمت پر پیسہ ملنا چاہیے، اور چاہے انسانیت کا خون ہو، اور چاہے شرافت کا خون ہو، میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ دفتر میں آدمی بیٹھا ہوا ہے، اور ایک آدمی آیا تو بجائے اس کے کہ دیکھے کہ اس کے چہرے پر کیا اتار چڑھاؤ ہے، اور یہ کیا مصیبت لے کر آیا ہے، ہم اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں، ہم اس لیے بیٹھے ہیں کہ لوگوں کے کام کردیں، لیکن اس کے چہرے پر ہماری نظر پڑی ہے اس خیال سے کہ دیکھیں کس معیار کا آدمی ہے، کس اسٹینڈرڈ کا آدمی ہے، اس سے کتنا ملنے کی امید ہے، دیکھا کہ ذرا اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، دل خوش ہوا کہ موٹا آسامی ہے، اور بجائے اس کے کہ دھڑکتے ہوئے دل پر آدمی کی نظر جائے اور اس کے دل کی دھڑکن سنے، اس کے چمکتے ہوئے جیب اور پرس پر نظر جاتی ہے کہ اس سے آج خوب کام نکلے گا۔

میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہماری خرابیوں میں نوے فیصدی جس کی ذمہ داری ہے، وہ ہے پیسے کی حد سے بڑھی ہوئی محبت، کہ جس طریقے سے پیسہ آئے، لینا چاہیے، ہمارا یہ پورا سماج اس وقت کرپٹ ہورہا ہے، پہلے بھی افراد کرپٹ ہوتے تھے، کوئی زمانہ خالی نہیں گیا، میں تاریخ کا طالب علم ہوں، میں جانتا ہوں کہ ہر زمانہ میں خرابیاں رہی ہیں، اور بیماریاں رہی ہیں، انسان کے ساتھ بیماریاں لگی ہوئی ہیں، زندگی کے ساتھ بیماریاں لگی رہتی ہیں، لوگ کرپٹ رہے ہیں، لیکن سماج کرپٹ ہوجائے، سوسائٹی کرپٹ ہوجائے، کم از کم میرے علم میں کبھی ایسا نہیں ہوا، اگر کبھی ایسا ہوا ہے تو زوال آگیا ہے، رومن کرپٹ ہوگئے، رومن معاشرہ جب کرپٹ ہوگیا تو زوال آگیا، پھر اس ملک کو کوئی چیز نہ بچاسکی، یعنی رومن قانون تھا جس کی پوری دنیا میں دھوم مچی ہوئی تھی، اس کا لٹریچر تھا، اس کا فلسفہ تھا، اس کا کلچر تھا، اور اس کا تمدن تھا، اور کیا کیا تھا، سب رکھا کا رکھا رہ گیا، اور جو اس سوسائٹی کا زوال آیا اور وہ سوسائٹی گرنے لگی تو جیسے برگد کا کوئی بڑا درخت ہو اور اس میں کیڑا لگ گیا ہو، بس ایک ہوا کا جھونکا کافی ہے اس کو گرادینے کے لیے، ہوا کا ایک جھونکا آیا، کسی ملک کی کوئی طاقت آئی اور اس کو بہالے گئی۔

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

ہم کو اور آپ کو اسی ملک میں رہنا ہے، بسنا ہے، جن کو جہاں جانا تھا چلے گئے، اب تو ہم آپ سب یہیں رہ رہے ہیں، اور دیکھئے، ایک بات اور بھی سمجھ لیجیے کہ جس طریقے سے آپ دیکھتے ہیں کپڑے کو کہ اس کا دھاگا دوسرے دھاگے سے بندھا ہوا ہے تب جا کر وہ کپڑا ہے، چادر ہے، اسی طریقے سے سماج ایک دوسرے سے بندھا ہوا ہوتا ہے، کبھی یہ نہ سمجھئے کہ آپ دوسروں سے بالکل آنکھیں بند کرکے زندگی گذار سکتے ہیں، اس میں نہ مذہب کا فرق ہے اور نہ بڑے اور چھوٹے کا فرق ہے، اور نہ قابلیت کا فرق ہے، یہ سب ایک جال ہے بندھا ہوا، ایک کا گلا دوسرے کے گلے کے ساتھ بندھا ہوا ہے، یہاں اگر اکثریت خراب ہے تو کوئی شخص، چار آدمی، دس آدمی، بیس آدمی یہ نہ سمجھیں کہ نوے آدمی خراب ہیں، تو ہم دس آدمی اچھے ہیں، یہ دس آدمی خراب ماحول میں رہ نہیں سکتے، جیسے کہ مچھلی کو نکال کر باہر پانی میں ڈال دیجیے، تڑپ تڑپ کر مرجائے گی، ایسے کرپٹ سوسائٹی میں آپ کسی آدمی کو رکھئے گا، کیسے ہی وہ مہاپرش ہوں، کیسے ہی مسلمانوں میں ولی اللہ ہوں، اور عابد

File F:\Front.tif not found.

ہو، وہ رہ نہیں سکتا، زندگی خدانے بنائی ہے، ایک موج دوسرے موج سے ملی ہوئی ہے، جس طرح آپ دریا کو دیکھتے ہیں کہ کوئی موج دریا سے باہر نہیں رہ سکتی، موج، دریا کے اندر تو موج ہے لیکن دریا سے باہر آکر فوراً خشک ہوجائے گی، ریت اور مٹی میں آکر جذب ہوجائے گی، تلاش کیجیے تو ایک بوند بھی نہ ملے گی، ایسے ہی زندگی ایک دریا ہے، اس میں ہر لہر دوسری لہر سے جڑی ہوئی ہے، ملی ہوئی ہے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ صاحب ہم تو اچھے ہیں، ہمارا گھر بھی اچھا ہے، ہمارا محلّہ بھی اچھا ہے، نہیں محلّہ وغیرہ کچھ نہیں، جب تک شہر اچھا نہ ہو کوئی چیز اچھی نہیں، جزیرہ جو ہوتا ہے دریا میں ہوتا ہے، خشکی میں نہیں ہوتا، کبھی آپ نے سنا ہے کہ خشکی کا جزیرہ ہے، دریا میں ہزاروں برس سے ایک جزیرہ ہے، انڈونیشیا میں، آپ دیکھئے جزیروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے، لیکن خشکی کے اندر یہاں کوئی گھر سوچے کہ ہم جزیرہ بن کر رہیں گے، ایسا نہیں ہوسکتا، یہ قانون قدرت کے خلاف ہے، یہاں ایک کی قسمت دوسرے کی قسمت سے بندھی ہوئی ہے، جڑی ہوئی ہے، آپ اچھے تو ہم اچھے، ہندو بھائی اچھے تو مسلمان بھائی اچھے، مسلمان بھائی اچھے تو ہندو بھائی اچھے۔

مسلمان بھائی یہ نہ سمجھے کہ صاحب ہم تو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، ہم تو سچ بولتے ہیں، ہم رشوت نہیں لیتے تو ہمارا کیا؟ دراصل ایسا ہونا بھی غنیمت ہے، یہ غنیمت ہی ہے، بس اگر آپ بچے ہوئے ہیں تو آپ کی اولاد نہیں بچ سکتی، ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں آپ نے اپنے کو بچالیا تو تو آپ کا کیا کمال ہے، لیکن آپ کی اولاد جونئی جنریشن آئے گی، وہ نہیں بچ سکے گی، اس لیے آپ کو فکر ہونی چاہیے، آپ کو پورے ماحول کو، پورے سماج کو درست کرنے کی فکر کرنی چاہیے، کوئی شخص کہیں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چلا جائے تو چلا جائے، لیکن شہر میں اگر رہتا ہے تو ہر سو کام اس کے پڑتے ہیں، اب اگر دوکان پر جائے تو وہاں جھوٹ اور فریب، دفتروں میں جائے تو جھوٹ اور فریب، اسکولوں اور کالجوں میں جائے تو وہاں بھی قاعدے کی بات نہیں ہوتی ہے، محنت کرنا اور محنت سے پاس ہونا، اور استادوں کا شاگردوں پر محنت کرنا، ان پر شفقت کرنا، اور شاگردوں کا استادوں کا ادب کرنا، اور محنت سے پڑھنا وہاں بھی نہیں، ایسے سماج میں تو آدمی کا دم گھٹنے لگتا ہے، اور لگنا چاہیے، وہ آدمی آدمی نہیں، اس کے سینے میں دل نہیں ہے، اور دل میں احساس نہیں جس کا دم نہ گھٹے۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ یہ سارے کام ہوتے رہتے ہیں ہمارے اس ملک میں لیکن دم کیوں نہیں گھٹتا ہے لوگوں کا، لیڈر سب اپنی پارٹیاں بنا رہے ہیں، اخباروں کو دیکھئے تو معلوم ہو رہا ہے کہ ترقی ہی ترقی ہے اور شانتی ہی شانتی ہے، اور امن ہی امن ہے، ملک بہت ترقی کر رہا ہے، لیکن اندر کیا ہو رہا ہے، یہ ریل سے سفر کرنے والوں سے پوچھئے، ریلوں پر سفر کرنا مشکل، ہوائی جہاز پر سفر کرنا مشکل، دفتروں میں کام کرنا مشکل، کہ بالکل ہمارا حق ہے کہ ابھی کام ہونا چاہیے، منٹوں میں کام ہونا چاہیے، لیکن مہینوں میں نہیں ہوتا ہے، جب تک مٹھی گرم نہ کیجیے گا، تب تک کام ہوگا نہیں، دفتروں میں لوگ بڑی صفائی اور بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں، کس چکر میں پڑے ہیں فائل تو ملے گی نہیں، کلرک کی مٹھی تو گرم کیجیے، کچھ ابھی چائے پانی کا انتظام تو کیجیے، میں بھی تو اسی ملک میں رہتا ہوں، اسی زندگی میں رہتا ہوں، میرے بھی دس کام پڑتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے، ایک اندھیر مچا ہوا ہے۔

دشمن ہمارے اندر چھپا ہے

آپ سمجھ لیجیے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ باہر کی کوئی طاقت کسی ملک کو نقصان پہونچائے، کسی ملک پر چڑھائی کرے، یہ زمانہ چلا گیا، اچھا ہوا کہ چلا گیا، اس کے جلدی آنے کی امید بھی نہیں ہے، کوئی ایک بار بے حیائی کرے تو بے حیائی کرے، ورنہ اب تو کوئی ملک کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیتا، سارا ڈر ہمیں یہاں اپنے ملک کے اندر سے ہے، باہر کے لوگ آئے، بہت دن رہے اور چلے گئے، لیکن اگر اندر خرابی ہو، اگر پاپ اندر گھس گیا ہو، ہمارے جسم کے رگ وریشہ میں جذب ہو گیا ہو، ہمارا نیچر بن گیا ہو تو باہر کا دشمن کیا ہم تو خود کافی ہیں اپنے بھائی کو پریشان کرنے کے لیے، رلانے کے لیے، دق کرنے کے لیے، ذلیل کرنے کے لیے، وہ باہر کا دشمن جو تھا اس کا ایک دائرہ تھا، جب اس سے کام پڑتا تھا تو بڑی ذلت محسوس ہوتی تھی، کہ ہاں بھائی ہم تو غلام قوم کے فرد ہیں، لیکن یہاں تو قدم قدم پر رسوائی کا، زحمت کا سامنا ہوتا ہے، اور زندگی عذاب بن گئی ہے، کوئی اس زندگی کی تمنا نہیں کرتا اس سے خوش نہیں ہوتا، میں خود آپ سے کہتا ہوں کہ اپنے ملک میں آنے سے جو خوشی مسافر کو ہونا چاہیے نہیں ہوتی۔

یہاں آکر خوشی نہیں ہوتی

ہم عرب جائیں جو خود ہمیں بہت پیارا ہے، جہاں سے ہمارے دین ہمارا ایمان کا رشتہ ہے، لیکن ہم انسان ہیں، ہم جب ہندوستان میں آئیں گے تو ہمیں خوشی ہونی چاہیے، ہم پورے انسان نہیں، اگر ہمیں یہاں آنے سے خوشی نہ ہو، وہاں دس بار خدا

File F:\Front.tif not found.

لے جائے،اور ہمیں اس کی ایک ایک چیز پیاری ہے،سب ٹھیک ہے،یہ ایمان کا تقاضا ہے،لیکن ہم ہندوستانی ہیں،ہم انسان ہیں،ہم کو یہاں آکر خوشی ہونی چاہیے،ہم اپنی بولی بولیں گے،ہم اپنے کپڑوں میں نکلیں گے،ہم اپنے بھائیوں سے ملیں گے،ہم اپنے عزیزوں سے ملیں گے،اپنے دوستوں سے ملاقات ہوگی،جانی بوجھی بازار،جانی بوجھی گلیاں،یہ سب ہم کو ملیں گی،یہیں ہم پیدا ہوئے ہیں،یہیں پلے بڑھے،یہ بالکل فطری بات ہے کہ ہمیں یہاں آکر خوش ہونا چاہیے،لیکن ہمارا سماج اتنا خراب ہوگیا ہے کہ اب اس سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے یہاں اس ملک کا رہنے والا ڈرتا ہے،میں آپ سے یہ بات کہوں گا،باہر نہیں کہوں گا،یہ باہر کہنے کی بات بھی نہیں ہے،مجھے شرم آئے گی اور شرم آنی چاہیے،میں آپ کے سامنے برملا کہتا ہوں،اور آپ سے صحیح کہتا ہوں کہ بمبئی کے ایئرپورٹ پر جس وقت ہوائی جہاز پہونچتا ہے،میں دو مہینے کے بعد کہیں باہر سے آیا ہوا ہوتا ہوں،کسی عرب ملک سے،کسی یورپین ملک سے،کہیں سے تو خوشی کچھ تھوڑی سی ہوتی ہے،میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ دوست عزیز باہر کھڑے ہوں گے میرے انتظار میں،باہر نکلتے ہی گلے لگائیں گے،خوش ہوں گے،گھر جاؤں گا تو اپنا کھانا جو مجھے پسند ہے،جس طرح میں رہتا ہوں،سب وہاں ملیں گے،لیکن اس کے ساتھ ساتھ ڈر لگتا ہے کہ معلوم نہیں کس قدم پر بے عزتی ہوجائے،یعنی دوسرے ملکوں میں تو بے عزتی کا ڈر نہیں ہوتا،ہم بار ہا یورپ کے ممالک میں گئے ہیں،وہاں **Any Thing To Decler Nothing To Decler That.** آدمی کو آدمی پر اعتماد ہے،پوچھا:کوئی چیز تو ایسی نہیں ہے جس پر کسٹم وسٹم ہو؟جی نہیں،کوئی چیز ایسی نہیں،بس تو جائیے،یہاں تو یہ کھولئے،یہ دیکھ آیئے،یہ کپڑا پھیلایئے ذرا،یہ ڈر کھولئے،یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ فونٹین پین کی جو روشنائی ہے،اس کو اوپر سے نکالتے ہیں،اور دیکھتے ہیں کہ سونے کا پانی تو نہیں ہے،وہاں آدمی کو دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ اسکالر معلوم ہوتے ہیں،پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں،آپ کہاں آئے ہیں،لکچر دینے آئے ہیں،فلاں یونیورسٹی نے بلایا ہے،تو بس پھر کیا مجال کہ کوئی بولے،یہاں ہم کہتے ہیں کہ بھائی!ہم وہاں لکچر دینے گئے تھے،ہم وہاں فلاں اکیڈمی کے ممبر ہیں،کوئی اعتبار نہیں کرتا،اور بار بار اصرار کہ نہیں دکھایئے،آپ کیا لے کر آئے ہیں،اور کبھی کبھی دیکھا کہ گذر رہے ہیں کہیں سے تو چپکے سے کہا کہ نیا فونٹن پین تو ہوگا آپ کے پاس، بتلایئے کہ آپ اگر رشوت وغیرہ نہیں دیتے تو کم ازکم یہی فونٹن پین دیتے جایئے،تب آپ جلدی سے گذر جائیں گے ورنہ کھڑے رہیں گے،آپ کو بھوک لگی ہے،دوست واحباب باہر گاڑیاں لے کر کھڑے ہیں دو گھنٹے سے،کچھ جہاز لیٹ آیا،کچھ یہاں دیر لگ رہی ہے،لیکن آپ گذر نہیں سکتے جب تک کہ آپ مٹھی گرم نہ کیجیے،آپ کا پڑھا لکھا سب یہاں آکر بے کار ہوگیا،اور اب گویا ایک چور ہیں،ارے بھائی جو اپنے ملک میں چور ہو،اور دوسری جگہ اشراف میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟کتنی افسوس کی بات ہے وہاں تو کوئی بھول کر بھی شک نہ کرے،اور یہاں شک کی نگاہ سے ہی دیکھا جائے،اصل چیز شک ہے،اگر شک ثابت نہ ہو تو مجبوراً آپ اچھے آدمی ہیں،شریف آدمی ہیں، مجبوری کی بات ہے،ورنہ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت آپ کا استقبال ہوگا،وہ پہلی نظر جو آپ پر پڑے گی،وہ شک کی نظر پڑے گی،اور میں یہ بھی کہہ دوں کہ اس میں ہمارا بھی قصور ہے کہ اچھے خاصے لوگ وہاں اسمگلنگ کر کے آئے،کچھ سونا لے کر آئے،یہ بھی ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی ہے،اب یہ بات بھی پکی ہوگئی کہ جو باہر جاتا ہے،وہ کچھ نہ کچھ غلط کام کر کے آتا ہے،کچھ چیز لے کر آتا ہے،اب بتایئے کہ وہ خوشی کہاں سے آئے جو خوشی ہمیں اپنے بھائی بہنوں سے ملنے سے ہوتی ہے،سب خوشی دب گئی، اور ڈر اس پر غالب آگیا کہ دیکھئے عزت سلامت رہتی ہے یا نہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس ملک کی ہم نے وہ گت بنائی ہے کہ اللہ کی پناہ!خدا نے اس ملک کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی،کوئی بخل نہیں کیا،کسی چیز میں کمی نہیں کی،ہم نے اس ملک کی درگت بنائی ہے اپنے اخلاق سے،اپنی پیسے کی حد سے بڑھی ہوئی محبت سے،اور جو وہ جلدی دولت مند بن جانے کا شوق ہے،اس لیے کہ دولت ملتی بھی ہے بہت جلدی،اور اس کا نتیجہ،اس کا پھل، اس کا فائدہ بھی بہت جلدی حاصل ہوتا ہے،یہ مصیبت ہے کہ سائنس نے ٹکنالوجی نے ایسا کر دیا ہے کہ دولت ملتی بھی جلدی ہے،اور اس کا فائدہ بھی بہت جلدی ظاہر ہوتا ہے،نتیجہ یہ ہے کہ اخلاق و مذہب،انسانیت ساری چیزیں اس سے دب گئیں،بس ایک چیز رہ گئی کہ اپنا کام کرو، آرام کرو،کہاں کے فلسفوں میں پڑے ہو،خیالی باتوں میں،اور کیسا عذاب وثواب،کیسا مرنا جینا، اور یہ تو یہی زندگی ہے،کھاؤ،کماؤ اور جلدی سے اپنے گھر کو سجاؤ۔

ہماری ذمہ داری

بس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ کوئی باہر سے آکر اس ملک کی اصلاح نہیں کرے گا، اور ہم بالکل اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ہم باہر کے لوگوں کو بلائیں اور دوبارہ ان کے شاگرد بنیں، اور اس سے بڑھ کر کوئی توہین نہیں ہوسکتی، کبھی ہمارے ملک نے دوسروں کو دیا ہے، ریاضی دی، فلسفہ دیا ہے، کیسے کیسے لوگ باہر سے آئے ہیں، اور یہاں سے سیکھ کر گئے ہیں، اور مسلمانوں کے دور میں بھی ہمارے ہندوستان کے علماء نے مکہ اور مدینہ میں جاکر پڑھایا ہے، اور وہاں دریا بہادیے ہیں علم کے اور مان گئے مکہ اور مدینہ والے، اور مصر وشام والے کہ ہندوستان جیسے عالم ہمارے یہاں بھی نہیں ہیں، ہم بالکل اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ باہر کے لوگوں کو یہاں دعوت دیں، آپ کو یہاں کرنا ہے اور آپ ہی کو کرنا چاہیے، پہلی بات یہ کہ نارمل حالات ہونا چاہیے، ملک میں ہر اچھا کام نارمل حالات میں ہوتا ہے، اور دوسرے بات یہ کہ پیسے کی محبت، یہ کرپشن اور یہ گراوٹ جو آگئی ہے، اس کو دور کرنے کی کوشش کیجیے، اس کے خلاف ایک مہم چلایئے، اور اپنے اپنے طور پر ہم ہندوستان میں اتنا بڑا ملک ہے کیا کریں گے، لیکن ہم یہاں سے یہ ارادہ کرکے اٹھیں کہ بس آج سے کوئی غلط کام نہیں کرنا ہے، ہم ناانصافی نہیں کریں گے، ہم کوئی تکلیف نہیں پہونچائیں گے، ہم مدد کریں گے، ہم خدمت کریں گے، بس یہ پیغام ہے ہمارا، اور یہی پیام انسانیت ہے کہ آدمی واقعی آدمی بن جائے، اگر آدمی آدمی بن جائے تو مزہ آجائے زندگی کا۔

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

☆عمدہ کاغذ ☆بہترین طباعت ☆خوبصورت سرورق

نمبر شمار	اسمائے کتب	قیمت
۱	زعیمان لحرکۃ الاصلاح	70/=
۲	روداد چمن	200/=
۳	الصحافۃ العربیۃ	160/=
۴	تمرین الصرف	55/=
۵	رسالۃ التوحید	60/=
۶	دیوان الحماسۃ (اول)	165/=
۷	دیوان الحماسۃ (دوم)	165/=
۸	فتاویٰ ندوۃ العلماء (اول)	350/=
۹	فتاویٰ ندوۃ العلماء (دوم)	400/=
۱۰	فتاویٰ ندوۃ العلماء (سوم)	400/=
۱۱	مختار الشعر العربی (اول)	15/=
۱۲	مختار الشعر العربی (دوم)	18/=
۱۳	العقیدۃ السنیۃ	20/=
۱۴	تاریخ الادب العربی (الاسلامی)	125/=
۱۵	تاریخ الادب العربی (الجاھلی)	70/=
۱۶	مقدمہ شیخ عبدالحق دہلویؒ	50/=
۱۷	اسلام کی تعلیم	16/=
۱۸	تفہیم المنطق	150/=
۱۹	مبادی علم اصول الفقہ	20/=
۲۰	سوانح صدر یار جنگؒ	200/=
۲۱	مختار من صفۃ الصفوۃ	150/=
۲۲	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	55/=
۲۳	اصول الشاشی	60/=
۲۴	علم اصول الفقہ	100/=
۲۵	حیات عبدالباریؒ	150/=
۲۶	تاریخ ندوۃ العلماء (اول)	170/=
۲۷	تاریخ ندوۃ العلماء (دوم)	180/=

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ	9889378176
مکتبۂ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ	9415912042
مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنو	9936635816
مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
مکتبہ طوبیٰ، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9005505629

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحافت ونشریات کی کتابیں غیر قانونی طور پر طبع کرالی ہیں، اس لیے قارئین سے گذارش ہے کہ مجلس کی جملہ درسی وغیر درسی کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعۂ ڈاک بھی طلب کریں، مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا یہ نہایت مخلصانہ تعاون ہوگا۔

ناشر:

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

File F:\Front.tif not found.

صلاح وفلاح

انبیاء کی زندگی انسانیت کے لیے نمونہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا حال بیان کیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی تصحیح بھی کردی ہے کہ نبی کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ وہ فرشتے کی طرح ہیں، وہ فرشتے نہیں بلکہ ایک انسان ہیں، اسی لیے ایک انسان ہونے کی وجہ سے جو انسانی باتیں ہوتی ہیں وہ ان میں بھی ہوں گی، لیکن وہ اپنی اس بے نفسی کی وجہ سے ان باتوں پر قابو پالیتے ہیں جو ان کو غلط راستے پر لے جاسکتی ہیں، ایسا نہیں ہے کہ نبی کو کوئی چیز اچھی نہیں لگتی، اور وہ بالکل ہر چیز سے مستغنی ہے، بس صرف عبادت کررہا ہے، بلکہ اس کو بھی نبی ہونے کے باوجود دنیا میں انسانوں کی طرح رہنا ہوتا ہے، انسانوں جیسے مسائل پیش آتے ہیں، مشکلات پیش آتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ یہ دکھایا کہ وہ نبی ہیں لیکن ایسے سخت بیمار پڑے کہ بالکل مایوسی ہوگئی، اوران کا سب کچھ تباہ ہوگیا، البتہ جب انہوں نے دعا کی تو اللہ کو ان کی دعا پسند آگئی، اور اللہ نے اپنے غیب سے ان کے لیے سامان کردیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی دکھایا کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک نبی ہیں، لیکن ایک بات ان کو محسوس ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ اپنی بستی سے چلے گئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا تھا، اور نبی بنانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ جب تک خدا کی مرضی ہے تب تک وہیں رہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ہونے کے باوجود ان کی بھی گرفت فرمالی، مگر جب انہوں نے دل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کو ان کی دعا پسند آگئی اور اللہ نے ان کو نجات دی، گویا اللہ تعالیٰ ان واقعات کے ذریعہ یہ دکھا رہا ہے کہ یہ سب ہمارے اختیار میں ہے، سب کچھ ہم ہی کرتے ہیں، نبی کے ساتھ بھی معاملہ ہم ہی کرتے ہیں، نہ نبی کرتا ہے نہ کوئی دوسرا کرتا ہے، کوئی کچھ نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ ہم نہ چاہیں، جب ہم چاہیں گے تبھی ہوگا۔

دوسری طرف اسی مالک حقیقی نے یہ بھی دکھایا کہ حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام کو وہ چیزیں عطا فرمادیں، جو دوسرے کے بس میں نہیں ہیں، غرض کہ جو کچھ بھی کیا وہ اللہ تعالیٰ ہی نے کیا، اور اس سب کے پیچھے اسباب بھی رکھے جن کی بنا پر کیا، یعنی یہ بھی کوئی کھیل نہیں ہے کہ کسی کو بڑھا دیا اور کسی کو گھٹا دیا، بلکہ انسان ہونے کے ناطے ان کو بھی انسانی حالات سے گزرنا پڑے گا، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے کیسے سخت حالات سے گذرنا پڑا، آپ اللہ کے محبوب تھے، اگر وہ چاہتا تو ذرا بھی تکلیف نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ایسے اسباب پیدا کرسکتا تھا کہ آپ کے سامنے دولت کے انبار ہوتے، لیکن انسان ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ان سب چیزوں سے گزارا، اور پھر ان چیزوں کا فائدہ یہ ہوا کہ ان سے ان کی نبوت کی صلاحیت میں اضافہ بھی ہوگیا، ان میں جرأت پیدا ہوئی، ہمت پیدا ہوئی، صبر کی صلاحیت پیدا ہوئی، قرآن مجید کی مختلف سورتوں کا مطالعہ کیا جائے، بالخصوص سورۂ ”والضحی“ میں دیکھیں کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا اس بات کا احساس نہیں ہوتا ہوگا؟ یقیناً آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت انسان جب سوچتے ہوں گے کہ ہم خالص اللہ کے دین میں اپنے کو کھپا رہے ہیں، تو ہم کو بھی کچھ سہولتیں مل جائیں، بظاہر مایوسی نظر آرہی ہے کہ لوگ پریشان کررہے ہیں، ذلیل کررہے ہیں، اور آپ کو اللہ کے کام کے لیے سب کچھ برداشت کرنا پڑرہا ہے، چنانچہ آپ کو یہ احساس ہوسکتا ہے کہ اللہ کے یہاں سے مدد ہوجاتی تو یہ سب تماشہ بند ہوجاتا، اسی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے سورۂ ضحیٰ میں فرمایا گیا:

”وَالضُّحَى، وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى، وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى“. [الضحیٰ:۱-۴] (چڑھتے ہوئے دن کی روشنی کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ تاریک ہوجائے، آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا، اور بعد میں آنے والے حالات آپ کے لیے پہلے والے حالات سے زیادہ بہتر ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھوڑا نہیں ہے، آپ یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہے، وہ آپ کی رعایت نہیں کررہا ہے، بلکہ اس سب سے مقصود مختلف حالات سے گذارنا ہے، تمام انبیاء کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: ”حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا“. [یوسف:۱۱۰] (یہاں تک کہ جب

رسول مایوس ہونے لگے اور (مشرکین نے) سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا بس (اسی وقت) ہماری مدد آپہنچی)۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد یوں ہی نہیں آجاتی ہے، بلکہ پہلے اللہ پوری طرح حالات سے گذار دیتا ہے جب اس کی مدد آتی ہے، آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات اتنے خراب ہوئے ہیں کہ اللہ کے رسول مایوس ہونے لگے، انہیں یہ خیال ہوا کہ اب اس میں کچھ نہیں ہوگا، اب ناکامی ہی ناکامی ہے، فرمایا گیا کہ تب جاکر ہماری مدد آئی، یعنی پہلے ہم پوری طرح جانچ لیتے ہیں، تب مدد دیتے ہیں، یہ نہیں ہے کہ آدمی دو رکعت نماز پڑھ کر سمجھے کہ غزوۂ بدر والی مدد ہم کو فوراً ملے گی، جیسا کہ آج کل مسلمان سمجھتے ہیں، لوگوں کا یہ خیال بن گیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اس لیے وہ مدد ہمیں ملنی چاہیے جو غزوۂ بدر میں ملی تھی، حالانکہ غور کرنا چاہیے کہ اس وقت مدد کیسے ملی تھی اور کن مراحل سے گذارنے کے بعد ملی تھی، یہاں تک کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی دعاؤں میں یہ کہنا پڑا کہ اے پروردگار! اگر تیرے یہ بندے اس جنگ میں ہار گئے تو پھر آئندہ اسلام باقی نہیں رہے گا، یہی چند آدمی ہیں جو ایمان کو لے کر کھڑے ہیں، اگر یہ ختم ہوگئے تو ایمان نہیں رہ سکے گا، معلوم ہوا اس وقت یہ حالات تھے، تب خدا کی مدد آئی تھی۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ سب کچھ ہمارے اختیار میں ہے، لہٰذا کسی کو گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے، تم یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم نبی کی بھی باز پرس کر لیتے ہیں، اس کے مقابلہ میں عام آدمی تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا کہ غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو فدیہ دے کر چھوڑا، اس پر سخت الفاظ وارد ہوئے، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے معاف بھی کردیا اور فدیہ کو قبول کرلیا، اس سے صاف طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، لیکن بے انصافی نہیں فرمائی ہے، وہ صاف صاف کہتا ہے کہ ہم بے انصافی نہیں کرتے ہیں، لیکن جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ ہم ہی کرتے ہیں، کوئی اس دھوکہ میں نہ رہے کہ وہ بذات خود کرتا ہے، یہ حقیقت سمجھ لو کہ اگر ہم نہ چاہیں تو تم کچھ بھی نہیں کرسکتے، چاہے تم نبی ہو یا ولی یا پھر کوئی عام انسان، گویا اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے عقیدہ کو درست کیا ہے، اس سلسلہ میں بسا اوقات بہت غلطی ہوجاتی ہے، آدمی بزرگوں اور علماء کو یہ سمجھتا ہے کہ بس یہ جو چاہیں گے کردیں گے، حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی کی یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے واقعات کو بیان کیا، تاکہ لوگوں کا ذہن درست رہے۔

☆☆☆☆☆

مدارس اسلامیہ، دینی وعصری اسکول وجامعات کے طلباء واساتذہ کے لیے چہل حدیث کا بہترین انتخاب

بقلم : مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

☆حدیث کی روشنی (اردو)
صفحات:-94 قیمت:-50

☆حدیث کی کرنیں (ھندی)
صفحات:-96 قیمت:-50

☆انلائٹ مینٹ آف حدیث (انگریزی)
صفحات :136 قیمت:60

رابطہ

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی

موبائل نمبر:9919331295

فکر معاصر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نوع انسانی کے لیے دائمی وکامل نمونہ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ رحمۃ للعالمین، پیامبر امن ومحبت، معلم انسانیت، سرور کونین رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ایسے پرفتن وپرآشوب دور میں ہوئی جب کہ ہر چہار جانب ضلالت وجہالت اور کفرو گمراہی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، ظلم و زیادتی کا بازار گرم تھا، رشدوہدایت اور خیرو بھلائی کی راہیں مسدود ہوچکی تھیں، تخریبی طاقتیں انسانیت سے کھیلواڑ کررہی تھیں اور انسان کو ایندھن کی طرح اپنے شخصی اغراض ومقاصد، حرص وہوس اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کررہی تھیں، انسانی واخلاقی اقدریں یکسر بدل چکی تھیں، روئے زمین پر اضطراب وانتشار، قتل وغارتگری، کشت وخونریزی، اخلاقی ودینی بے راہ روی اور جنسی انارکی کا دور دورہ تھا، انسانی ضمیر مردہ ہوچکا تھا، خیر وصلاح اور حق کی آواز ناپید تھی، ہدایت کا چراغ گل ہوچکا تھا، طاقتور کمزور کو کھائے جارہا تھا، مالدار غریب کا خون پی رہا تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی۔

اس ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو سہارا دیا، رشدوہدایت کا چراغ روشن کیا، تہذیب وتمدن اور علم ثقافت کو تعمیری رخ پر لگایا، امن و آشتی کا غلغلہ بلند کیا، الفت ومحبت کا نغمہ سنایا، علم کی سرپرستی کی، عدل ومساوات اور اخوت وبھائی چارگی کا درس دیا، تاریخ انسانی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر انسانیت نواز و کرم گستر نہیں دیکھا، اور نہ کوئی ایسی باکمال اور جامع الصفات شخصیت پیدا ہوسکی جس کو آپ کے مقابل کھڑا کیا جاسکے اور وہ آپ کی جگہ لے سکے، عقل انسانی اپنے تمام سابقہ تجربات، اب تک کے تمام رکارڈ اور معلومات کی بنیاد پر شہادت دیتی ہے آئندہ بھی کسی ایسی ذات کے پیدا ہونے کے امکان آخری حد تک معدوم ہیں، یہاں تک قیامت برپا کردی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ، ہمدردی وخیرخواہی اور اعلی انسانی کردار اور حسن سلوک سے کٹر معاندین کے دل جیت لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت ومعاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہوجاتا، آپ کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریفتہ اور دلدادہ ہوجاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپ سے قبل میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں شفقت ومحبت، نرمی وملاطفت، دلداری ودلنوازی، عفوودرگزر اور کرم گستری کی جلوہ گری نظر آتی ہے، دوست تو دوست، جانی دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی ومحبت اور لطف وعنایت کا معاملہ فرماتے، دشمن جان لینے آتے، لیکن عاشق زار بن کر واپس ہوجاتے اور آپ پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتے، کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا، بلکہ ستانے اور ایذاء پہونچانے والوں کو معاف کردیتے اور ان کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرتے: "اللّٰھم اغفر لقومی فإنھم لا یعلمون".

مکہ کی ۱۳/سالہ مدت کی زندگی صبر و برداشت اور حلم وعفو کی اعلیٰ مثال ہے، طائف کے واقعہ کو تصور کیجیے اور قربان جائیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم وصبر پر، غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صرف "اللّٰھم اھد قومي فإنھم لا یعلمون" کے الفاظ نکلے، فتح مکہ کے روز آپ کو مکمل غلبہ اور اقتدار حاصل تھا، چاہتے تو دشمنوں سے انتقام لے لیتے کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہونچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، لیکن نبی رحمت کا حلم وعفو دیکھئے کہ ارشاد ہوتا ہے: "اذھبوا أنتم الطلقاء" جاؤ تم سب آزاد ہو، تمہارا کوئی مواخذہ نہیں، کیا متمدن دنیا اس کی مثال پیش کرسکتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات کے لیے غصہ نہ آتا، نہ اس کے لیے انتقام لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم مزاج اور نرم گفتار تھے، اگر آپ درشت خو اور بے مروت ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہو جاتے، قرآن کریم میں آپ کے بارے میں ارشاد ہے: "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ" (اے محمد خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے) [سورہ آل عمران: ۱۵۹]، دوسری جگہ ارشاد ہے: "قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ" [سورہ توبہ: ۱۲۸] (تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے جن کو تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں، اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذیت پہونچانے والے کو معاف کر دیتے، لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی، اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو اس کو جھڑکتے نہیں، بلکہ اس کی ضرورت پوری فرما دیتے، یا کم از کم نرم اور شیریں لہجہ میں جواب دیتے، کبھی کبھی سوال کرنے والے سخت طریقہ اختیار کرتے، لیکن آپ شفقت اور نرمی کا ہی معاملہ فرماتے، کسی خادم یا کسی عورت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، اور نہ ہی ان کو ڈانٹا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو علم و معرفت، حیاء و شرم اور الفت و محبت کی ہوتی، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے، لوگوں کی دلداری فرماتے اور ان کو متنفر نہ کرتے اور ان کے دلوں میں محبت و الفت، اخوت و بھائی چارگی اور نرمی پیدا فرما دیتے، اسی دلداری اور ملاطفت کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپؐ پر ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم و معرفت اور رشد و ہدایت کی راہ روشن کی اور نوع انسانی کو اخوت و مساوات کا درس دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، مگر تقوی کی بنا پر، خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت دنیا کے ایسے خطہ میں ہوئی جو اخلاقی، عقلی اور اعتقادی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں پھیلے ہوئے فساد اور بگاڑ کے خلاف جد و جہد کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور پیغام پوری نوع انسانی کے لئے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کا وقار بحال کیا اور اپنی حکیمانہ تعلیم و تربیت سے ایک ایسی مثالی جماعت تیار کر دی جس نے پوری دنیا میں امن و امان، اخوت و محبت، عدل و انصاف اور مساوات کا پیغام عام کیا، انسانیت کی بقا و حفاظت کا کام کیا، چنانچہ کل تک جو رہزن تھے، وہ آج رہرو ہی نہیں، بلکہ بہترین رہبر بن گئے، کل تک جن کی زندگی فسق و فجور کی نذر تھی، آج وہ اتنے بلند اور مقدس مقام و مرتبہ تک پہنچ گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہو جائے، کل تک جو مردہ تھے، وہ آج زندہ ہی نہیں، بلکہ دوسروں کو زندہ کرنے والے بن گئے صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی چلتی پھرتی مثال تھے، رفیق غار اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عدل و انصاف کا غلغلہ بلند کیا، آپ کی زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی کے باوجود دشمن آپ کے رعب و جلال سے کانپتے تھے، بیت المقدس میں داخلہ کا واقعہ عدل فاروقی کا اعلی نمونہ ہے، آپ فاتح کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک خاکسار اور عاجز بندہ کی طرح داخل ہوئے، آپ کا یہ تاریخی جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "جو کچھ ہے وہ اسلام کی ہی کی بدولت ہے"۔ صحابہ کرام کی مثالی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار رفقاء آپؐ ہی کی صفات سے متصف اور اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ تھے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکیمانہ تربیت کی روشن دلیل ہے، آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ دعوت اسلامی کی آواز چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور پرچم اسلام عرب و عجم میں لہرانے لگا، خدائی تعلیمات اور ہدایت و فلاح کی باد بہاری چلنے لگی، ہر شخص اپنے اپنے ظرف

File F:\Front.tif not found.

کے مطابق کسب فیض میں مشغول ہوگیا، پوری دنیا نے اسلام کا یہ پیغام جان لیا کہ اسلام نام ہے کائنات کے کارساز حقیقی کے سامنے خود سپردگی اور سرافگندگی کا، اسلام نام ہے اس عقیدہ کا کہ آسمان وزمین اور بحروبر کا خالق ومالک صرف ایک ہے، جس نے انسان کو ایسی شکل وصورت سے نوازا جو سب سے بہتر اور سب سے عمدہ تھی، جس نے ابن آدم کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا کے تمام ستارے سیارے اور مہر وماہ وانجم کو اس کی ضروریات کی تکمیل میں لگا دیا، پوری کائنات اس کے دست نگر کردی اور اس کو علم وعرفاں کا وہ نور عطا کیا جس سے وہ زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی حاصل کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے حاملین منصب نبوت پوری تندہی واخلاص سے دعوت اور پیغام اسلامی کو عام کرنے لگے، لوگوں کو زندگی کا سلیقہ اور آداب سکھاتے رہے۔

ایک انصاف پسند اور تاریخ عالم سے واقف مغربی اہل علم نے اس طبقہ کی بڑی کامیاب تصویر پیش کی ہے، اور ان کی نمایاں اور مشترک خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو نبوت کا باغ تازہ اور قرآن کی فصل بہار کہلانے کا مستحق ہے، جرمن فاضل کائتانی (Caetani) اپنی کتاب "سنین اسلام" میں لکھتا ہے:

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے، مستقبل میں اسلام کے مبلغ، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، ان کے امین تھے، رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر وجذبات کے ایک ایسے عالم میں پہونچا دیا تھا جس سے اعلی اور متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا"۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا، اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی، جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابل احترام پیش رو جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء علماء، اور محدثین کو جنم دیا"۔

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بلندی کا اعتراف صرف آپ کے پیروکار اور متبعین ہی نہیں کرتے، بلکہ آپ کے مخالفین اور دشمنان اسلام نے بھی آپ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کیا ہے، فرانسیسی مفکر لامرٹین Lamartine نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق لکھتا ہے:

"وہ تمام پیمانے اور اصول جن کی مدد سے ہم کسی انسان کی عظمت کو ناپ سکتے ہیں، ان میں انسان کے عظیم تر مقاصد حیات اور اسباب و وسائل کی قلت کے باوجود حیرت انگیز نتائج کا ظہور شامل ہے، اس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کون ہے جو اس بات کی جرأت رکھتا ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم) کی عبقری شخصیت کے مقابل کسی بھی زمانے کے دوسروں لیڈروں اور رہنماؤں کو رکھ سکے، اس میں شک نہیں کہ بہت سارے رہنماؤں نے طاقتور اور خطرناک قسم کے جنگی آلات ایجاد کیے ہیں، قوانین پاس کیے ہیں، عظیم شہنشاہتیں اور حکومتیں قائم کیں ہیں، مگر ان کے یہ سب کارنامے بالکل سطحی قسم کے ہیں، ان کے کارنامے انقلاب زمانہ کی نذر ہوگئے، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم) نے صرف لشکروں اور قبیلوں کی قیادت ہی نہیں کی، صرف قوانین ہی وضع نہیں کیے، صرف حکومت ہی قائم نہیں کی، بلکہ انہوں نے لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکومت بھی کی، جو دنیا کا تہائی حصہ تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم) کا کارنامہ یہیں پر ختم نہیں ہوجاتا، ان کا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمام پرانے رسم ورواج، فکر وخیال اور باطل نظریات وعقائد کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، عظمت کے انسانی معیار اور اصول کی روشنی میں پوچھتا ہوں کہ نبی محمد سے بڑھ کر دنیائے انسانیت میں اور کون ہوسکتا ہے؟"۔

مائکل ایچ ہارٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"تاریخ انسانی کے سو عظیم اور عبقری انسانوں میں سب سے پہلے نمبر پر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رکھا ہے، ہوسکتا کہ میرا یہ انتخاب لوگوں کو کچھ عجیب سا محسوس ہو، لیکن حقیقت یہی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں وہ تنہا شخص ہیں جو دین ودنیا دونوں سطحوں پر مکمل کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہے ہیں"۔

حقیقت یہی ہے کہ ہماری اس آبادگیتی میں لاکھوں رہنما اور قائدین آئے اور اپنے اپنے حصہ کا کام کرکے چلے گئے، ان کی فہرست بڑی طویل ہے، ان میں مذہبی رہنما بھی شامل ہیں اور سیاسی قائدین بھی، ایسے لیڈر بھی اس میں شامل ہیں،

جو خود کو عالمگیر بتاتے رہے ہیں اور وہ بھی شریک فہرست ہیں جو علاقائی کہلائے گئے، ان میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں، ان میں سے کسی کے بھی قد وقامت پر آپ کا لباس فٹ نہیں بیٹھتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے، وہ امی قوم تھی، خود آپ کو نبی امی کے لقب سے خطاب کیا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم انسانیت بنے اور آپ کی امی قوم نے ساری دنیا میں علم وحکمت کا چراغ روشن کیا، صدیوں تک علم وتہذیب کا علم اسی امت کے اہل عقل ودانش کے ہاتھ میں رہا، یہاں تک ایک مغربی مؤرخ نے لکھا ہے کہ ”عرب ہمارے معلم اول ہیں اور عربوں کے علوم نہ ہوتے تو یورپ کو ترقی میں مزید تین سو سال لگتے“۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا اہم کارنامہ دین اور علم، فکر اور دین اور دنیا کے درمیان رابطہ قائم کرنا تھا اور دین اور علم اور ریاست کو کسی خاص طبقہ یا جماعت کے احتکار سے آزاد کرنا تھا، جس کی مثالیں تاریخ اسلامی میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔

اسلام اپنی جامع اور متوازن تعلیمات، اپنے نبی کی سیرت پاک اور اپنے پیروکاروں کے حسن عمل اور اخلاق کریمانہ سے پورے عالم میں پھیلتا چلا گیا اور دین اسلام کا پیغام عام ہوگیا کہ رب العالمین اور خالق ارض وسماء ہی بندگی اور اطاعت کے لائق ہے۔

اسلام نے دنیا کو ایسے اسلامی عطیات سے نوازا ہے، جن کا نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح وفلاح اور تعمیر وترقی میں نمایاں کردار رہا ہے، اور جنھوں نے ایک زندہ ودرخشندہ دنیا کی تخلیق وتشکیل کی ہے جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی ہے، وہ اسلامی عطیات دس ہیں، اور وہ اس طرح ہیں:

۱- صاف اور واضح عقیدۂ توحید،

۲- انسانی وحدت ومساوات کا تصور،

۳- انسانیت کے شرف اور انسانی عزت و بلندی کا اعلان،

۴- عورت کی حیثیت عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی،

۵- ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیات انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد وافتخار کی آفرینش،

۶- دین ودنیا کا اجتماع اور حریف وبرسر جنگ انسانی طبقات کی وحدت،

۷- دین وعلم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام واستحکام اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کردینا، علم کی تکریم وتعظیم اور اسے بامقصد، مفید اور خدارسی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود،

۸- عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے اور فائدہ اٹھانے اور انفس وآفاق میں غور وفکر کی ترغیب،

۹- امت اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی اور رہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق ورجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کا قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا،

۱۰- عالمگیر اعتقادی اور تہذیبی وحدت کا قیام۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا رازِ دروں یہ ہے کہ اس کے اندر آفاقیت، ابدیت، اور جامعیت پائی جاتی ہے، وہ رنگ و نسل اور ذات پات کی تنگ نائیوں میں محدود نہیں ہے، اس کا پیغام آفاقی اور سب کے لیے ہے اور وہ پوری انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتی ہے، ایک طرف وہ اگر ذکر وعبادت کے طریقے سکھاتی ہے، تو دوسری طرف دیگر ادیان و مذاہب کی تمام انسانی خوبیوں اور شرافتوں کے معیار کو اپنے دامن میں سمیٹنا نہیں بھولتی، وہ انبیاء کے درمیان تفریق وامتیاز کی قائل نہیں، بلکہ سب کا یکساں احترام کرنا سکھاتی ہے، وہ نسل انسانی کے لیے ایک متحدہ مرکز اور ایک پلیٹ فارم رکھتی ہے، اور اس کو ایک ایسی جمعیت میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، جو متحد ہو اور یکساں مقاصد کی حامل ہو، پوری کائنات میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دین ودنیا کے درمیان فرق و امتیاز نہیں کرتا، بلکہ حسب ضرورت جائز حدود میں رہتے ہوئے دونوں سے فائدہ اٹھانے اور دونوں کے حقوق ادا کرنے کی دعوت دیتا ہے، وہ ”مالقیصر لقیصر وما للّٰہ للّٰہ“ کے فلسفۂ حیات کو قبول نہیں کرتا۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات سے محروم نہیں، عبادت ہو، سیاست ہو، معاشیات ہو، اخلاقیات ہو، نباتات ہو، جمادات ہو، تعلیم وتعلم کا میدان ہو، غرضیکہ اسلام میں ہر ایک کے لیے رہنمائی موجود ہے، کیونکہ اسلام ابدی، جامع اور ہمہ گیر متوازن نظام حیات ہے اور یہی جامعیت اس کی کشش کا سبب ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس وقت بھی سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کی یہ مقبولیت ہی اس کے مخالفین کے لیے پریشانی اور دشمنی کا سبب ہے۔

☆☆☆☆☆

اصلاح معاشرہ

سیرت النبیؐ کے جلسے - چند قابل غور پہلو

● ....مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی

محسن انسانیت، رحمت للعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ذات گرامی اس قابل ہے کہ ہر انصاف پسند باشعور عاقل آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان تک قربان کردینے کو سعادت اور خوش نصیبی کی انتہا سمجھے، پھر اگر ایسا شخص سعادت ازلی کی وجہ سے اگر ایمان کی دولت سے بھی بہرور ہے تو یقیناً وہ ذات بابرکت صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوکر یہی کہے گا کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت جزو ایمان ہے، اور اس محبت کے بغیر ایمان کا کمال ممکن نہیں، خود حدیث نبویؐ میں اس کی وضاحت ہے: "لا یؤمن أحدکم حتی أکون احب الیہ" [الحدیث] (اس وقت تک کسی کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک آپؐ کی ذات والا صفات اپنے ماں باپ آل واولاد اور خود اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجائے)۔

لیکن سوال یہ ہے کہ محبت کا کیا طریقہ ہو؟ مثل مشہور ہے: " وللناس فیما یعشقون مذاهب " عاشقوں کے انداز الگ الگ ہوتے ہیں، اس زمانے میں کون سا ایسا طریقہ ہے جس کو اگر ہم اپنائیں تو محبت عقل ونقل کی روشنی میں بھی صحیح ہو اور عند اللہ شرف قبولیت حاصل کر کے دارین کی سعادت کا باعث بنے، ظاہر بات ہے کہ ہم کو ایک مؤمن کی حیثیت سے اس سلسلے میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ کتاب اللہ ہی وہ قطعی یقینی اصل الاصول ہے، جو رب العالمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ہر کام میں کامل رہنمائی کے لیے حاصل ہوا، چنانچہ جب ہم کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم کو واضح راستہ مل جاتا ہے۔ اگر تم کو خدا اور رسول سے محبت ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرو، یعنی اپنی پوری زندگی میں IDEAL رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بناؤ، ارشاد باری ہے: "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ". (اگر تمھیں خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اس کے نتیجہ میں خدا تمھاری اس محبت کو شرف قبولیت عطا کر کے تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور (بہ تقاضائے بشریت صادر ہونے والے چھوٹے موٹے) گناہوں کو معاف فرمادے گا، اس لیے کہ اللہ کی ذات غفور اور رحیم ہے)۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج رؤوف و رحیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی پر جو جلسے منعقد کیے جاتے ہیں، ہم اہل ایمان کے لیے اکثر و بیشتر نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن جاتے ہیں، جس کے پس پشت بالعموم جہالت، مطلب پرستی اور نام ونمود کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں، اگر ان جذبات سے پاک ہوکر سیدھے سادھے انداز میں شرعی امور کی رعایت کرتے ہوئے ان جلسوں کو بلا تعیین تاریخ و ماہ منعقد کر کے اس سے صحیح فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی تو یقیناً یہ ایک دینی چیز بن کر امت کے لیے بلکہ عالم انسانیت کے لیے بھی مشعل ہدایت کا کام دیتے مگر افسوس کہ آج ان جلسوں میں فضول خرچی سے بڑھ کر تبذیر، نمازوں کا ضائع کرنا، اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے، بعض بعض جگہ تو مے نوشی اور فسق وفجور کے بازار تک گرم ہوتے ہیں، اگر یہ نہ بھی ہو تو رات کا ضائع کرنا اور اسراف و تبذیر سے تو کم ہی جلسے پاک ہوتے ہیں۔

اہل دانش اور جن کی بات میں کچھ قوت و تاثیر ہے، انھیں اس بارے میں فکر مند ہونے، اور ان جلسوں کو شر کی طرف سے خیر کی طرف حکمت وتدبیر سے موڑنے یا بعض حالات میں ختم کرنے کی ضرورت ہے، کاش کہ ہمارے مخلص اہل فہم اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

آج مسلمانوں میں ہزار ہا ہزار برائیاں مختلف انداز کی پائی جارہی ہیں جن کو مٹانے کا کام ان جلسوں سے (اگر یہ سادگی اور عظیم مقصد کے ساتھ منعقد کیے جائیں تو) لیا جاسکتا ہے، شادی اور بیاہ کی غلط رسموں نے ہماری زمینیں بکوادیں، اکثر و بیشتر بڑے شہروں کے اہم بازاروں میں مسلمانوں کی دوکانوں کی شکل میں بڑی املاک تھیں، ان میں سے بیشتر انھیں رسوم کی نذر ہوگئیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان جلسوں کے منعقد کرنے والے، بالخصوص ان میں تعاون کرنے والے بیشتر لوگوں کے جذبات ایمانی اور

محبت رسولؐ کے ہوتے ہیں، جن کی قدر قیمت ہم سب کو مسلم ہے، لیکن سوال صرف یہ ہے کہ کیا کسی نیک جذبے سے کیے ہوئے ہر کام کا صحیح ہونا ضروری ہے؟

جواب صاف ہے کہ ایسا نہیں، لہٰذا ہمیں اس سلسلے کی صحیح راہ اختیار کرنی چاہیے، جس کے لیے چند اصولی باتیں جن کی رعایت سے بہتر نفع کی امید ہے، حسب ذیل ہیں:

۱- جلسوں کے انعقاد کے لیے وقت کے انتخاب میں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ آگے پیچھے کی کوئی نماز اس جلسے کی وجہ سے ضائع یا خراب نہ ہو۔ بعض جگہ عشاء بعد متعین طور پر گھنٹہ ڈیڑھ کی تحدید کے ساتھ وقت کی تعیین پسند آئی، کیونکہ اتنے وقت میں نماز فجر کے بھی متاثر ہونے کا اندیشہ کم ہی ہے۔

۲- جلسوں میں سادگی جو دین کی اصل اور فطرت ہے، اس کی رعایت، اور اخراجات سے بچنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، بعض مقامات پر اس طرح کے موقعوں پر چندہ زیادہ اکھٹا ہونے کی وجہ سے رقم بچ گئی تو ارباب حل وعقد کو مستقل صدقہ جاریہ کی شکل میں کسی چیز کے قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی تو انھوں نے اسٹیشن یا بس اڈے کے قریب شارع عام پر ٹھنڈے پانی کا نظم کر دیا، اسی طرح اور بہت سے کام کیے جاسکتے ہیں۔

۳- مقررین یا شعراء کے انتخاب میں بھی اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ وہ اہل علم و دانش اور ذاتی طور پر لوگوں کے لیے اچھا نمونہ بن سکیں ایسے ہوں، کم از کم ظاہراً ان کی وضع خلاف شرع نہ ہو یا فرائض کی کوتاہی میں مشہور نہ ہوں۔

۴- مقررین کو خود بھی چاہیے اور منتظمین بھی ان کو توجہ دلائیں کہ سیرت کے ضمن میں امت کے موجودہ بگاڑ بالخصوص فرائض میں کوتاہی اور حرام درجہ کی باتوں کے دور کرنے کی بھی کوشش کریں، مثلاً دشمنوں کی باقاعدہ سازشوں کی وجہ سے ہماری طرف سے اس سے حفاظت کی خصوصی کوشش کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نوجوانوں میں شراب خوری اور لاٹری کا اتنا عموم ہو رہا ہے جیسے یہ کوئی گناہ ہی نہیں ہے، بالخصوص لاٹری کا تو اتنا عموم ہو گیا ہے کہ مسلمان برسر بازار اس کا آفس قائم کرنے اور خرید و فروخت کرنے کو یہ عیب ہی نہیں سمجھتے۔

حالانکہ اس طرح عموم کے بعد اگر اس کو روکنے کی سنجیدہ کوشش نہ کی جائے تو عمومی عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ ہے (أعاذ نا الله منه) کاش کہ محلے محلے سیرت کے جلسوں کی کمیٹیاں ان برائیوں کو دور کرنے کی مؤثر کوشش کر کے امت کے نوجوانوں کو ان ہلاکتوں اور بربادیوں سے نجات دلائیں!

۵- سیرت کے جلسوں کے منعقد کرنے میں جو چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے، اس میں بھی شرعی مسائل کی رعایت ضروری ہے، مثلاً جس کی کمائی کھلم کھلا حرام ہے ایسے لوگوں سے چندہ طلب نہ کیا جائے بلکہ اگر وہ پیش بھی کریں تو معذرت کر دی جائیں اور صاف بتا دیا جائے کہ بھائی! یہ دینی کام ہے، اس میں حلال پیسہ ہی لگتا ہے، حرام مال سے کوئی نیک کام درست نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆ غبارِ کارواں

(کاروان ادب اسلامی کے اداریے اور دیگر رشحات قلم)

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

کل صفحات: ۲۳۴ قیمت: ۱۵۰روپے

☆ فرشتہ صفت انسان

(مولانا ڈاکٹر عبد العلی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

از حضرت مولانا عبد الباری ندویؒ

حواشی و ترتیب جدید مولانا محمود حسن حسنی ندوی

کل صفحات: ۱۴۴ قیمت: ۱۰۰روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، موبائل نمبر: 9889378176

ای میل: airpnadwa@gmail.com

File F:\Front.tif not found.

فیضان نبوت

......اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

● ....مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

وادیٔ بطحا کے کوہستانی علاقہ میں جبل نور کو یہ ممتاز مقام حاصل ہے کہ اس کی چوٹی پر وہ مخروطی شکل کا غار ہے جسے 'غار حراء' کہا جاتا ہے، جو امین ہے اس نور نبوت کا جس کا ظہور صدیوں کے بعد پہلی دفعہ ہوا، اس پاک، برگزیدہ، فرشتہ کی آمد کا، اس کی اس صدائے دلنواز کا جس نے قوموں کی زندگی اور ان کی روح کو قوت وطاقت کے ساتھ بالیدگی بھی عطا کی، اس نغمۂ ربانی کا جس کے ساز پر مضراب یقین کی شہنائی بجنے لگتی ہے، یاس و ہراس کی کھائیوں سے گذر کر کیف ونشاط، سرور و انبساط اور عزم و یقین کے ساحل مراد پر پہنچا جاسکتا ہے۔

اس پیغام ربانی کا جو عصائے موسیٰ، ید بیضا اور عیسیٰ کی تنویر کا عکاس ہی نہیں بلکہ شب دیجور کی تمام تر ظلمتوں کے ازالے کے لیے بصائر کی فروزاں قندیلوں کے ساتھ ابدی معجزانہ کردار کا حامل ہے۔

وہ حراء آج بھی اپنے کردار و پیغام کے ساتھ قائم ہے، صدیاں گذر گئیں، لیکن اس کے کسی حصہ میں کوئی فرق نہیں آیا، گردش دوراں نے عارض گیتی پر نہ جانے کتنے انقلاب پیدا کیے، لیکن غار حراء کی بازگشت تعطل آشنا زندگی کے لیے پیغام کیف ونشاط آج بھی حاضر ہے۔

وہ حراء جو آفتاب نبوت کی کرنوں کا امین ہے، جس کی خلوت میں ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عرصہ گذارا ہے، اور جس کی ضیا بار کرنوں نے عرب وعجم کو یکساں طور پر روشنی بخشی ہے، آج ضرورت ہے اس کی تنویر کو ظلمت گہہ آب وگل کے ہر حصہ میں پوری قوت کے ساتھ پہنچانے کی تا کہ سپہرۂ زیست کی قوس وقزح کا حسن وتجمل حاصل ہو، اور بلکتی، سسکتی کڑھتی اور بے نیل و مرام ہرطرف گرتی، الجھتی ہوئی انسانیت کو راحت واطمینان اور قرار وسکون کی دولت میسر آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی اسی حراء میں نازل ہوئی تھی، جس نے انسانوں کو جہل وضلالت کی کھائیوں سے نکلنے پر اکسایا تھا، اور انہیں وہ بھولا سبق پڑھایا تھا، جس سے انسانی زندگی کے سارے پیچیدہ مسائل حل کیے جاسکتے ہیں، اللہ کا فرشتہ حراء کی تنہائی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو ربانی سوغات لے کر آیا وہ علم تھا، معرفت کی تنویر تھی، آگہی کا مشعل تھا، خود شناسی کے ساتھ خدا شناسی کا جوہر تھا، اور واقفیت کی قندیل تھی، بلکہ حقیقت میں وہ شمع حیات تھی جس سے ظلمتیں کافور ہوجاتی ہیں۔

اہل مکہ کو زندگی کی شاہراہ میں بہت سے چیلنجوں کا سامنا تھا، وہاں غریب ومفلس بھی تھے، فاقہ مست ودریدہ پیرہن بھی، داغ یتیمی لیے ہوئے یتیموں کے ٹوٹے ہوئے دل اور ماتم کناں بیوائیں بھی، روٹی، کپڑا اور مکان کی قلت کا رونا بھی تھا، پانی کی عدم فراہمی اور کمیابی کا شکوہ بھی، الغرض وہ ساری چنوتیاں موجود تھیں جو کسی زندہ معاشرہ کو پیش آسکتی ہیں، ایسے وقت میں پہلی دفعہ آسمان کا زمین سے رشتہ وحی الٰہی کے ذریعہ قائم ہورہا ہے، اور تمام چنوتیوں کے زہر کا تریاق ان پانچ آیتوں کو قرار دیا جاتا ہے، جن میں رب کائنات نے پڑھنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ".

(پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے پیدا کیا ہے، پڑھو! تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو اس بات کی تعلیم دی جس سے وہ واقف نہ تھا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ نے اس موقع پر لکھا ہے:

''ایک عجیب بات جو دنیا کے فلاسفہ ومفکرین اور مذہب وثقافت کے مؤرخین کی توجہ چاہتی ہے، وہ اس پہلی وحی میں قلم کا تذکرہ ہے جو ایک امی پر، ایک امی قوم میں اور ایک ایسے ملک میں نازل ہوئی جہاں قلم کا وجود بھی کمیاب تھا اور جہاں پڑھے لکھے افراد انگلیوں پر گنے جاتے تھے، اس نے اس مذہب اور اس مذہب کی حامل امت کو قرأت وکتابت اور قلم سے کام لینے کی صلاحیت اور اس سے اس کے دائمی اور مضبوط ربط وتعلق کی (دوسرے سابقہ مذاہب کے برخلاف) نشان دہی کردی، اور جو اس کی عالمی، علمی وتصنیفی تحریک کا رمز تھا، جس کی اقوام وملل کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی، وہ رمز آیت "عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ

یَعلَمْ " کا اس وحی میں شامل ہونا تھا، جو طلب علم، ذوق، جستجو، اور نئی معلومات کی تلاش اور پچھلے زمانوں میں دریافت نہ ہو سکنے والے مگر ثابت شدہ علمی حقائق کے عدم انکار کا محرک ثابت ہوا۔

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس امت کی اٹھان علم پر ہوئی تھی، اور اس میں یہ بھی نکتہ پوشیدہ تھا کہ اب آنے والا زمانہ علم کے چیلنجوں کا ہوگا، جس کے ہاتھ میں علم کا جھنڈا ہوگا وہی قیادت و سیادت کے منصب پر فائز ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اسی لیے سات ایسی مسجدوں میں تعلیم کا نظم کرایا، جو سنہ ۲ھ تک مدینہ منورہ میں تعمیر ہوگئی تھیں، اور بچوں کی تعلیم کے ساتھ تعلیم بالغان کا بھی نظام مرتب فرمایا تھا، پڑھانے والے مکہ مکرمہ کے وہ قیدی تھے جو غزوۂ بدر کے موقع پر قیدی بنا کر لائے گئے تھے اور وہ ابھی تک مشرک تھے، لیکن تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سے کام لیا، اور دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دینا ان کے لیے فدیہ قرار دیا، اور مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم". (علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول یہ بھی مشہور ہے: "اطلبوا العلم ولو بالصین". (علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے)۔

علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "من مات و هو یطلب العلم لقی اللہ ولم یکن بینه و بین النبیین الادرجة النبوة" (جس کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو، تو وہ اللہ سے اس طور پر ملے گا کہ اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق ہوگا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: " من سلك طریقاً یلتمس فیه علماً سهّل الله له طریقاً الی الجنة ". (جو علم کی راہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیں گے)۔

ہمارے اسلاف نے علم کی راہ کو اختیار کیا، قرآن پاک کو دستور زندگی اور احادیث نبویہ کو زندگی کی تشکیل کا اہم محرک سمجھتے ہوئے اس کے فروغ واشاعت میں لگے رہے، علم کی نکہت انہیں ریگزاروں سے سمن زاروں تک پہنچاتی رہی، بالآخر علمی انہماک اور ذوق وجستجو نے انہیں ہم دوش ثریا بنا دیا۔

آج ضرورت ہے کہ ہم انسانی معاشرہ میں "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" کی قندیل فروزاں لے کر جائیں اور اسے وثنیت کے دلدل اور اصنام پرستی کے زہر ہلاہل سے نجات دلائیں، سچائی، نیکی اور عمل کی راہوں پر اس کو ڈال دیں۔

آج ہندوستان کی سرزمین میں ہم مسلمانوں کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے لیکن سب سے اہم او رقابل توجہ چیز صحیح تعلیم کو عام کرنا ہے، مکاتب و مدارس کے ساتھ عصری دانش گاہوں کے قیام کے پہلو بہ پہلو صالح لٹریچر کی اشاعت وقت کا اہم تقاضہ ہے، یہ وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ ہم معاشرہ کے اندرون تک حراء کے افق سے اٹھنے والی صدا اور اس کے پیغام کا رنگ و آہنگ پیش کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(سات جلدوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں ترجمہ وتفسیر

تفسیر فاروقی

اور ہندی ترجمہ قرآن مجید کا پیغام

از -(مولانا) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ مسلم وغیر مسلم اور نومسلموں کے لیے آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر روز کے سبق کے اعتبار سے تقریباً دس دس آیتوں کا ترجمہ پھر ہر آیت کی الگ الگ تفسیر نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے، پھر ہر آیت کا پہلے شان نزول، اس سے متعلق احادیث اور مسائل کے ساتھ غیر مسلموں کے عقائد وسوالوں کے جوابات اور سائنسی تحقیق وفضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ

موبائل نمبر: 0998449015, 09919042879

File F:\Front.tif not found.

فکر و عمل

کیا ہم نبی پاکؐ سچے پیرو ہیں؟!

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

ربیع الاول کے مبارک موقع پر میلاد النبی کی محفلیں سجتی ہیں، خطباء اور واعظین کی پر جوش و ولولہ انگیز تقریریں ہوتی ہیں، نعتیہ مشاعروں کا اہتمام ہوتا ہے، اور پوری رات یہ سلسلہ جاری رہ کر صبح کی اذان پر اختتام کو پہنچتا ہے، لیکن پوری رات جاگ کر جب لوگ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ حضور پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی اور سماجی زندگی کیسی تھی، وہ معراج کا واقعہ بیان کر سکتے ہیں، غزوہ احد کی تفصیلات آپ کے سامنے رکھ سکتے ہیں، آپؐ کے معجزات پر روشنی ڈال سکتے ہیں، غار حرا میں آپؐ کی عبادت کی منظر کشی کر سکتے ہیں، مکہ سے مدینہ ہجرت کی روداد بیان کر سکتے ہیں، مدینہ میں ہونے والے آپؐ کے استقبال کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں، آپؐ کی اونٹنی ''قصوا'' کے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر ٹھہرنے کا منظر بیان کر سکتے ہیں، لیکن آپؐ کی گھریلو اور سماجی زندگی کے بارے میں وہ بالکل لاعلم اور خاموش نظر آتے ہیں، حالانکہ سیرت پاک کا وہ پہلو جو گھریلو اور سماجی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، عبادات کے معاملہ میں سیرت یقیناً ہماری پوری رہنمائی کرتی ہے بلکہ عبادت کو قابل قبول بنانے میں سیرت کا بنیادی کردار ہے، اگر عبادات میں سنتوں کا خیال نہ رکھا جائے اور آپؐ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس عبادت کو انجام نہ دیا جائے تو وہ عبادت بے روح اور بے جان ہے، اور اس عبادت کے وہ اثرات مرتب نہیں ہوسکتے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لیکن کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا وقت مسجدوں میں گزرا؟ کیا آپؐ ان ضروریات سے مبرا تھے جو ضروریات انسانی زندگی میں پیش آتی ہیں؟ کیا آپؐ نے اپنی زندگی کے بیشتر لمحات صحراؤں اور غاروں میں گزارے جہاں انسانوں سے سابقہ کم پڑتا ہے؟، اگر ایسا ہوتا تو یہ آیت "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، بے معنی ہوکر رہ جاتی، یقیناً آپؐ کی زندگی میں وہ تمام مسائل پیش آئے جو کسی بھی انسان کو عمر کے کسی بھی مرحلہ میں پیش آسکتے ہیں، آپؐ کا بچپن بھی گزرا، جوانی بھی گزری اور جوانی کے بعد کا مرحلہ بھی گزرا، بچپن کی خواہشات، جوانی کے تقاضے اور جوانی کے بعد کے مسائل بھی آپؐ کو پیش آئے، رہن سہن، طرز زندگی اور لین دین کے سلسلہ میں بھی آپؐ نے امت کے سامنے ایک نمونہ پیش کر کے دکھا دیا، ہمیں ان نمونوں کو بھی سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

ہم وضو میں خیال کرتے ہیں سنتوں کا، غسل میں اہتمام کرتے ہیں مسنون طریقہ اپنانے کا، پانی پیتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ بیٹھ کر پئیں، اور تین سانسوں میں پئیں، کھانے میں دایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں، پلیٹ صاف کرتے ہیں، انگلیاں چاٹتے ہیں، کھانے کے بعد کی دعا پڑھتے ہیں، کیوں کہ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ سب بتایا، بلکہ کر کے دکھایا لیکن کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف انہی چیزوں میں ہماری رہنمائی فرمائی جو ہماری انفرادی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں؟ اور کیا آپؐ نے صرف انہی چیزوں کے سلسلہ میں ہمیں ہدایات عطا فرمائیں جن کو عبادات کہا جاتا ہے؟

کیا آپؐ نے گھر میں رہنے کے آداب نہیں بتائے؟ کیا آپؐ نے سڑک پر چلنے کا طریقہ بیان نہیں فرمایا؟ کیا راستہ پر کھڑے رہنے والوں پر آپؐ نے کچھ ذمہ داریاں نہیں ڈالیں؟ کیا پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم آپؐ نے نہیں دی؟ کیا راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ نہیں قرار دیا؟ کیا بیمار کی عیادت کی فضیلت کے سلسلے میں زبان نبوت خاموش ہے؟ کیا مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا باعث اجر وثواب نہیں ہے؟ کیا نرم دلی، نرم مزاجی، تواضع اور انکساری صفات نبویہ میں سے نہیں ہیں؟

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کس نے فرمائی؟ بیوی کے حقوق ادا کرنے پر زور کس نے دیا؟ یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی کفالت کرنے پر بشارت کس نے دی؟ امانت دار تاجر کے لیے حشر کی گرمی میں عرش کے سایہ کا وعدہ کس نے کیا؟ غیبت، چغل خوری، الزام تراشی اور عیب جوئی کو بدترین گناہ کس نے قرار دیا؟ جھوٹ،

File F:\Front.tif not found.

خیانت، اور وعدہ خلافی کو نفاق کی علامتوں میں کس نے شمار کیا؟

ذرا سوچیے! آپؐ کی زندگی میں خوشی کے لمحات بھی آئے، اور حزن و ملال کے بھی، آپؐ نے اپنی چہیتی بیٹیوں کو دلہن بنا کر رخصت بھی کیا اور اپنے لخت جگر حضرت ابراہیمؓ کو اپنے ہاتھوں قبر میں بھی اتارا، آپؐ نے میدان جنگ میں اسلامی لشکر کو آگے بڑھتے ہوئے بھی دیکھا اور پیچھے ہٹتے ہوئے بھی، صلح کے واقعات بھی آپؐ کی زندگی میں پیش آئے اور جنگ کے بھی، آپؐ نے جان چھڑکنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت بھی دیکھی اور خون کے پیاسے دشمنوں کی عداوت بھی، آپؐ نے معاف کر کے بھی دکھایا اور تنبیہ فرما کر بھی، آپؐ نے دفاع بھی کیا اور اقدام بھی، آپ کو سابقہ قیدیوں سے بھی پڑا اور غلاموں سے بھی، امراء سے بھی اور سرداروں سے بھی، آپؐ نے خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے کا سبق دیا، اپنوں کو محروم رکھ کر غیروں کو نوازنے کا نمونہ پیش کیا، پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کو اس کی مزدوری دینے کی تلقین کی، خواتین کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم دیا، امیر کی اطاعت کو لازم قرار دیا۔

آپؐ کی مجلس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ علم و حیا کی مجلس ہوتی تھی، نہ اس میں کسی پر تہمت لگتی تھی، نہ کسی پر الزام تراشی ہوتی تھی، نہ کسی کا راز کھلتا تھا، نہ کسی کے عیب کا چرچا ہوتا تھا، نہ کسی کی رسوائی کا کسی کے دل میں کوئی خیال آتا تھا، اس میں صبر کی تلقین ہوتی تھی، امانت و دیانت داری کا سبق ہوتا تھا، علم و حکمت کی باتیں ہوتی تھیں، اس میں ہر بڑا قابل احترام تھا اور ہر چھوٹا لائق عنایت و شفقت۔

ذرا آپؐ کے گھر پر نظر ڈالیے، صرف ایک کمرہ ہے اور وہ بھی اتنا تنگ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پاؤں نہیں پھیلا سکتی تھیں، اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں یا رکوع میں ہوتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پاؤں پھیلائے رہتیں اور جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پاؤں سمیٹ لیتیں، تب آپؐ سجدہ فرماتے، اتنا تنگ مکان اور اتنی تنگ آرام گاہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس مکان کے فرنیچر کو تو دیکھیے، صرف اور صرف دو چیزیں تھیں، ایک تخت اور ایک کرسی، اور کرسی بھی ایسی کہ جس کے چار پائے تو تھے لیکن لکڑی کے نہیں لوہے کے تھے، باقی اس میں لکڑی فٹ تھی، ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بطور فرنیچر نہیں تھا۔

دروازہ پر پردہ ضرور تھا، لیکن وہ بھی بہت معمولی، آرائش کے لیے نہیں، سجاوٹ کے لیے نہیں، مکان کی زیب و زینت بڑھانے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ اچانک دروازہ کھلنے پر بے پردگی نہ ہو اور اگر دروازہ پر کوئی کھڑا ہو جائے تو سامنا نہ ہو۔

مسجد نبوی میں آپؐ آرام فرما ہیں، جسم اطہر کے نیچے کھجور کی ایک چٹائی ہے، نہ سر کے نیچے کوئی تکیہ ہے نہ چہرہ انور کے نیچے کوئی چادر، کھجور کی اس سخت اور کھردری چٹائی کے نشانات رخ انور پر نمایاں نظر آ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوتا ہے آپ کو اس حال میں لیٹا دیکھتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں! اے اللہ کے رسول! آپ محبوب خدا ہو کر اتنی سخت اور کھردری چٹائی پر لیٹے ہیں کہ آپؐ کے چہرہ انور پر اس کے نشانات پڑ گئے ہیں جبکہ قیصر و کسریٰ نرم و مخملیں گدوں پر آرام کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے صرف یہی دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت!

گھر میں آپؐ کا وقت کیسے گزرتا تھا؟ وہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی سنیے، فرماتی ہیں: آپؐ سخت مزاج شوہروں کی طرح نہیں تھے، اپنے کپڑے خود ہی سی لیتے، خود ہی اپنی چپل ٹانک لیتے، خود بکری کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے، اور گھر میں آپؐ اسی طرح کام کاج کرتے تھے، جس طرح دوسرے تمام مرد اپنے گھروں میں کام کرتے ہیں، آپؐ فرمایا کرتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

مدینہ منورہ میں آپؐ کی موجودگی میں ایک صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ شادی کرتے ہیں، نہ نکاح آپؐ سے پڑھواتے ہیں اور نہ نکاح کی آپؐ کو اطلاع دیتے ہیں، لیکن آپؐ نے نہ برا مانا اور نہ ناگواری کا اظہار کیا، بلکہ ولیمہ کی تلقین کر کے اسلام میں ولیمہ کی اہمیت کی طرف ضرور اشارہ کیا، لیکن اس کے بعد بھی یہ نہیں کہا کہ اے عبد الرحمٰن! نکاح میں تو تم بھول گئے، ولیمہ میں نہ بھول جانا۔

بچوں کے ساتھ آپؐ کا رویہ اتنا محبت آمیز ہوتا تھا کہ بچے آپؐ کے گرویدہ ہو جاتے تھے، بچوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیار فرماتے، خود ہی ان کو سلام کرتے، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے،

File F:\Front.tif not found.

ان کے درمیان کبھی کبھی مقابلہ کرادیتے، جب آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر کے بچے آپؐ کا استقبال کرنے دوڑتے، آپؐ کسی کو پیار کرتے، کسی کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھالیتے، کسی کو ہاتھوں پر اٹھالیتے اور گود میں لے لیا کرتے۔

غریبوں، کمزوروں، مریضوں سے ملنے خود جاتے، اور ان کے غم کے ازالہ کی تدبیریں کرتے، ان کی پریشانیوں اور تکلیفوں پر اجر و ثواب کی امید دلاکر ان کے احساسات کو بدلنے کی کوشش کرتے۔

آپؐ نے اس ولیمہ کو بدترین ولیمہ قرار دیا جس ولیمہ میں امیروں کو تو دعوت دی جائے اور غریبوں کو، مسکینوں کو نظر انداز کردیا جائے، آپؐ نے فرمایا کہ میں مسکینوں سے محبت کرتا ہوں۔

کوہ صفا پر چڑھ کر آپؐ وا صبــاحــاہ، واصبــاحــاہ، کی صدا لگاتے ہیں، آپ کی آواز پر لوگ جمع ہوتے ہیں، کیوں کہ یہی طریقہ تھا اس وقت لوگوں کو جمع کرنے کا، پھر آپ ان کے سامنے وہ بات رکھتے ہیں جس کا حکم آپ کو آسمان سے ملا تھا، بات منہ سے نکلتی کہ ابولہب غصہ سے بھڑک اٹھتا ہے اور چیخ کر کہتا ہے: "تبــاً لک أ لھـذا جـمعتنا؟" (تیرے ہاتھ ٹوٹیں! کیا اسی لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا) زبان مبارک خاموش رہتی ہے، غصہ کا کوئی اظہار نہیں، زبان پر کوئی سخت بات نہیں، صرف صدمہ ہے، فکر ہے اور افسوس ہے، ابولہب کے عناد اور سرکشی پر، لیکن یہی خاموشی اپنا اثر دکھاتی ہے اور جواب اس کا آسمان سے آتا ہے اور "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ" کا نزول ہوتا ہے، ابولہب کی دنیا و آخرت دونوں جگہ ہلاکت کا اعلان کردیا جاتا ہے۔

طائف کی گلیاں ہیں، آگے آپؐ ہیں اور پیچھے کفار کے لگائے ہوئے شرپسند اوباش لڑکے، پتھر آپؐ پر برساتے جارہے ہیں، جملے آپؐ پر کستے جارہے ہیں، ٹھٹھے آپؐ پر لگاتے جارہے ہیں، قدم مبارک لہولہان ہوچکے ہیں، دل کی کیفیت کا تو پوچھنا ہی کیا لیکن زبان پر ایسا قابو اور جذبات پر ایسا کنٹرول کہ عقل حیران رہ جائے، نہ زبان سے کوئی سخت لفظ نکلتا ہے اور نہ بددعا کے لیے ہاتھ اٹھتا ہے، فرشتہ منتظر ہے کہ اجازت ہو تو پہاڑوں کو ملاکر ان سرکشوں کا سرمہ بنادیا جائے، لیکن اس موقع پر بھی زبان مبارک سے جو کلمات نکلتے ہیں وہ محبت میں ڈوبے ہوئے اور رحمت میں گندھے ہوتے ہیں: "الـلّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" (اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما وہ جانتی نہیں)۔

مکہ فتح ہورہا ہے، دشمن سے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں، تلواریں اشارہ کی منتظر ہیں، کب سے آرزو تھی ان تلواروں کی منکرین خدا اور باغیان رسول کا سر قلم کرنے کی لیکن اعلان ہوتا ہے عام معافی کا، تلواروں کا سر جھک جاتا ہے اور نیام میں ان کو واپس آنا پڑتا ہے۔

بدر کے قیدی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، وہ قیدی جن کے سینوں میں نفرت کی آگ اور آنکھوں میں نفرت کے شعلے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں، مشورہ ہوتا ہے، حضرت عمر فاروقؓ کی رائے ہے کہ یہی موقع ہے کہ خدا کے رشتہ کے مقابلہ میں ہر رشتہ کو قربان کردینے کا، حکم دیجیے کہ جن کا رشتہ سب سے زیادہ قریب ہو وہ بڑھے اور دشمن اسلام کا سرتن سے جدا کردے، آپؐ خاموشی اختیار فرماتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے دریافت کرتے ہیں اور پھر دشمنان اسلام کی جان بخشی کا فیصلہ فرمادیتے ہیں، اس شرط پر کہ وہ فدیہ دیں گے اور جوان میں سے تعلیم یافتہ ہیں وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔

اور آگے بڑھیے، تلوار کو چھوڑیے، تلوار تو بڑی چیز ہے، آپؐ کے مخالفین و معاندین آج تک یہ بھی ثابت نہ کرسکے کہ آپؐ کے کسی دشمن کو آپؐ کے کسی جملہ سے تکلیف ہوئی ہے، اپنے اور پرائے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ آپؐ نے کسی خادم کو مارا، نہ کسی خاتون پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کسی بچہ کو ڈانٹا، انسان کو چھوڑیے جانوروں تک سے آپؐ نے اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا، دودھ دوہنے والوں سے کہا کہ اپنے ناخن کتر لیا کروتا کہ دودھ دوہنے کے دوران تھن میں وہ ناخن چبھیں نہیں، ذبح کرنے والوں کو حکم دیا کہ چھری تیز کرلیں تاکہ ذبح ہوتے ہوئے جانور کو دیر تک چھری چلنے سے تکلیف نہ ہو، اونٹ کمزور اور لاغر دیکھا تو مالک کی سرزنش کی کہ پوری خوراک کیوں نہیں دیتے، بے ضرورت چڑیوں کا شکار کرنے سے منع فرمایا، جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ چرند و پرند پر کی جانے والی زیادتیوں پر بھی قیامت میں سوال ہوگا۔

جانوروں کو بھی جانے دیجیے، کھانا جس میں نہ جان ہے نہ حس، بدمزہ ہونے کے باوجود کبھی آپؐ نے کھانے کی برائی نہیں کی اور اگر کھانے کا کوئی لقمہ کسی سے گر بھی گیا تو اس کو صاف کرکے دوبارہ کھانے کی تلقین فرمائی، اور لقمہ تو پھر بھی لقمہ ہے، کھانے کے ایک ایک ذرہ اور ایک ایک دانہ کا آپؐ نے احترام کیا اور اپنے پیروکاروں کو یہ کہہ کر پلیٹ صاف کرنے کی تلقین کی کہ معلوم نہیں کس دانہ میں برکت ہو، ہاتھ دھونے سے پہلے

انگلی چاٹنے کا حکم دیا تا کہ برکت نہ جائے اور کھانے کے یہ اجزا پانی کے ساتھ بہہ کر گندی نالیوں میں نہ جائیں، یہ ہے عالم آپؐ کی رحمت للعالمینی کا۔

آپؐ نے دو غریب بچیوں کی کفالت کرنے والے کو یہ بشارت دی کہ وہ اور میں اتنے قریب ہوں گے جتنی میری یہ دو انگلیاں اور پھر آپؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

اب آئیے ایک نظر ڈالتے ہیں نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری ہدایات بلکہ آپؐ کی وصیت پر، ذرا سوچیے دل پر ہاتھ رکھ کے، کس کی وصیت ہے؟ کس کو کی جارہی ہے؟ کس موقع پر کی جارہی ہے؟ ایک باپ وصیت کرتا ہے تو اولاد کے لیے اس سے زیادہ عار کی بات اور کوئی سمجھی نہیں جاتی کہ اولاد نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا، چہ جائیکہ وصیت کرنے والی ذات ذات نبویؐ ہو، جس کے لیے محبت و احترام اور اطاعت و فرمانبرداری کی ادنیٰ کمی صاحب ایمان کو ایمان کے دائرہ سے باہر کردینے کے لیے کافی ہے، خود آپؐ ہی کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والدین اور خود اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر دیکھیے آپؐ نے کیا فرمایا: ”عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم خاک سے بنے تھے“۔

جاہلیت کے تمام خون یعنی انتقام خون باطل کردیے گئے، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیے گئے، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود عباس ابن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں، بے شک تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری آبرو تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔

عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے زیر اثر ہیں، وہ اپنے معاملہ میں اختیار نہیں رکھتیں، لہٰذا ان کا تم پر حق ہے، انھیں کھانے، کپڑے کا حق پوری طرح حاصل ہے، تم نے انہیں خدا کی امانت کے طور پر اپنی رفاقت میں لیا ہے۔

میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جارہا ہوں، اور تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، اگر تم نے ایسا کیا تو تم گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ، میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا، اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا، اگر کوئی حبشی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

رسم و رواج کے بندھن میں جکڑے، ذات و برادری کے خانوں میں بٹے، انتقام کی آگ میں سلگتے، نفرت و عداوت کی آندھیوں میں ہچکولے کھاتے، ذرا ذرا سی بات پر دوسروں کی ٹوپیاں گراتے اور پگڑیاں اچھالتے اور سود کی حرمت کے خلاف بگل بجاتے، آج کے اس معاشرے میں سیرت پاک کے ان نمونوں کو بھی سامنے لانے کی ضرورت ہے، اور جب تک زندگی کے ہر میدان میں سیرت پاک کے نمونوں کو نہیں اپنایا جائے گا، اس وقت تک مکمل دین ہماری زندگی میں نہیں آپائے گا:

یہی ”اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً“ (داخل ہوجاؤ ایمان میں پورے پورے) ”مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا“ [الحشر: ۷] (تم کو حضور پاک کی طرف سے جو بھی حکم ملے اس کو پورا کرو، اور جس کام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمائیں، اس سے باز رہو) کا پیغام ہے۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث وناظم تعلیمات، اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے صاحبزادہ مولانا محمد اسلم قاسمی کا ۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء پیر کو طویل علالت کے بعد صبح تقریباً ۱۱ بجے ۸۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆ دفتر نظامت ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سینئر کارکن جناب محمد سلیم ندوی کی اہلیہ محترمہ کا ۲۴/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/نومبر ۲۰۱۷ء منگل کو ۱۰ بجے انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم ومرحومہ کی مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

احتساب وجائزہ

ماہِ ربیع الاول اور ہماری ذمہ داری

امین الدین شجاع الدین مرحوم

ماہِ ربیع الاول کی گیارہویں شام جوڈھلی تو دیکھا کہ شہر لکھنؤ برقی قمقموں سے جگمگا اٹھا ہے، رات میں دن کا سماں ہے، اور شاہراہوں پر میلہ کا گمان ہے، ایک سیل رواں ہے، بوڑھے بھی اور جوان بھی اور بچوں کے ساتھ مائیں اور بہنیں بھی، جابجا عید میلاد کی محفلیں سجی ہیں جن میں واعظین کی شیریں بیانی اپنے شباب پر ہے اور شعراء کی تخیل آفرینی بھی اپنے کمال پر، آج کا دن ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار عقیدت و محبت کا دن ہے، اس اظہار عقیدت میں کوتاہیاں بھی دیکھنے کو ملیں اور بے اعتدالیاں بھی سامنے آئیں لیکن یہ جذبہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ ہے جو بے انتہا خوبصورت، بڑا دلکش اور نہایت ولولہ انگیز، پھر یہ محبت عین ایمان بھی تو ہے، پندرہ سو برس کی ملت کی تاریخ میں کیا کچھ نہ آندھیاں آئیں اور کس قدر تیز و تند ہوائیں نہ چلیں لیکن اس ملت کے رشتہ کی تقریبات بھی اسی کا ایک اظہار ہے جس کی ایک بنیادی وجہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ملت کا والہانہ لگاؤ ہے، عید میلاد النبی کی تقریبات بھی اسی کا ایک اظہار ہے، اس لیے کس کی مجال ہے کہ اس اظہار عقیدت و محبت کو برا اور غلط کہے۔

لیکن خدارا ذرا ان تقریبات کا جائزہ تو لیجیے اور اظہار کے ان مروجہ طریقوں پر بھی تھوڑی دیر کے لیے غور کر لیجیے، تفصیلات کا موقع نہیں، بس اسراف و بے پردگی اور روح اسلامی سے عاری اور شائستگی سے خالی مجلسوں کا ہی تصور کر لیجیے اور خود ہی فیصلہ بھی کر دیجیے کہ کہیں ہم نے اس اظہار عقیدت میں ان حدوں کو تو نہیں توڑ دیا جو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھیں اور کہیں وہیں خامیاں تو ہمارے معاشرہ میں در نہیں آئیں جن سے احتراز و اجتناب ہمیں دوسری قوموں سے ممتاز و ممیّز کرتا ہے، آہ! کیوں کر نہ کہا جائے کہ صورت حال کچھ ایسی ہی ہے، گستاخی معاف! نیکی برباد اور گناہ لازم کے مصداق! کیا ہم نے اس عظیم موقع کو محض ایک میلہ بنا کر نہیں کھودیا اور تربیت فکر اور تربیت عمل کی غذا حاصل کرنے کے بجائے ان مجلسوں کو محض جوش و خروش، شان و شوکت اور دبدبے وطنطنے کا ذریعہ نہیں بنا لیا؟ پوری سنجیدگی اور سچائی کے ساتھ بتائیے کہ ان باتوں کو دور دور کی بھی کچھ مناسبت اسلام سے ہے؟

آخر عید میلاد کی یہ عظمت وطہارت کیونکر داغ داغ ہوئی، اسی لیے تو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ہمارا اظہار رسمی رہا اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی تقاضے یعنی اسوہ حسنہ کی پیروی کی فکر ہمیں کبھی دامن گیر نہ ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتساب پر فخر کرنا تو ہمیں یاد رہا لیکن اس سعادت کے عوض عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو ہم نے پس پشت ڈال دیا، اس شب ہم نے گلیوں اور سڑکوں تو بقعۂ نور بنا دیا لیکن اپنے دلوں کی کوٹھریوں میں اندھیرا ہی رہا۔

من کی دنیا سے ظلمتوں کی شب تار سحر کرنے کی تدبیر اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کیا ہو سکتی ہے، ایک طرف تو ہماری خوش بختی کہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ پوری طرح محفوظ ہے، جس میں ہر ہر شعبہ کے لیے رہنمائی موجود ہے اور دوسری طرف ہماری بدبختی کہ ہماری زندگی کے بیشتر گوشے پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عاری اور محروم ہیں۔

عید میلاد کا دن تقریبات منا کر مطمئن ہو جانے کا دن نہیں بلکہ اپنے عمل و کردار کا جائزہ لے کر بے قرار و مضطرب ہو جانے کا دن ہے، اپنے ضمیر کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھنے کا دن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس صراط مستقیم کی طرف ہمیں پکارا تھا، اس پر ہم کس حد تک گامزن رہے، کیا ہم نے قرآن مجید کی اس کسوٹی پر پورا ترنے کی کوشش کی کہ ’’جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ملے اسے قبول کرو، اور جس چیز سے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روکیں اس سے رک جاؤ‘‘، بدقسمتی سے جو برائیاں ہم میں گھر کر گئی ہیں، کیا ان سے باز آجانے کا حوصلہ ہم نے اپنے اندر پیدا کیا اور کیا کبھی ان احادیث کو یاد کر کے ہم تنہائی میں روئے اور تڑپے کہ جن میں کچھ گناہوں کی نشاندہی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جانے کی وعید سنائی گئی ہے؟ سوچئے اور فکر کیجیے کہ کردار و عمل کی تعبیر کا یہ جذبہ ہم میں آخر کیسے پیدا ہو؟ اکبر نے کہا تھا اور خوب کہا تھا ؎

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

اس راہ پر چلنے اور اپنے اندر اس کی اسپرٹ

پیدا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احادیث رسول بھی ہمارے مطالعہ میں ہو، علماء ربانیین کی ایک جماعت نے وقتاً فوقتاً تعمیر سیرت کے پیش نظر احادیث کے انتخاب وتشریح کا کام کیا ہے اور بڑی خوبی و دلسوزی سے کیا ہے، اگر ایسی کتابوں کے صفحے دو صفحے ہی روزانہ پڑھنے کا معمول بنالیا گیا تو ممکن نہیں کہ ہماری زندگی پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب نہ ہوں، اس طرح ہمارے اپنے وجود میں ایک نئے انسانی کردار کی تربیت کا آغاز ہو سکے گا۔

پھر اس لحاظ سے بھی سوچیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو حاجت مند دنیا تک پہنچانے کا ہم نے کس قدر اہتمام کیا؟ مومن کی شان بلکہ پہچان یہ ہے کہ وہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی چاہتا ہے، ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اس لحاظ سے اگر ہماری تمنا و کوشش ہے کہ محبت رسولؐ ہمارے دلوں میں رچ بس جائے تو کیا کبھی ہمارے دل میں اس کا بھی خیال گزرا کہ محبت رسولؐ کی اس نعمت سے عام انسانی معاشرہ بھی بہرہ مند ہو جائے، کس قدر ستم کی بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت ومحبت ہی کو ہم نے باہمی نزاع کا موضوع بنادیا جبکہ عقیدت رسول تو وہ کڑی ہے جو محض امت مسلمہ کو ہی نہیں بلکہ سارے انسانی معاشرہ کو ایک لڑی میں پرو دینے کی قوت وصلاحیت رکھتی ہے، حقائق پر جن کی نگاہ ہے وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ دنیا کی زبان پر " لا الہ الا اللہ " کے بول نہیں ہیں لیکن عمل کی سطح پر اسے اس حقیقت کا اعتراف ہے چنانچہ ایک موقع پر چین کے رہنماؤزے تنگ نے بھی کہا تھا کہ میں اپنے خدا سے ملنے کی تیاریاں کر رہا ہوں، اب اسے ہماری کوتاہی کے سوا کیا کہا جائے کہ ہم دنیا کو کلمہ کے دوسرے جزء یعنی محمد رسول اللہ کی صداقت باور نہیں کراسکے اور اس حقیقت کو اسے سمجھا نہیں سکے۔

کہاں ہیں وہ مبارک نفوس جو لا الہ الا اللہ کا عمل کی سطح پر اعتراف کرنے والی دنیا سے کلمہ کے دوسرے جزء" محمد رسول اللہ "کا اقرار کرانے کے لیے خود کو وقف کردینے کی ٹھان لیں اور رسولؐ سے وفا کے عوض اللہ کی رضا کے حقدار بن جائیں۔

☆☆☆☆☆

اُخوتِ اسلامی

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک مرتبہ کالپیؒ تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرا، اُجلے کپڑے پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز کو آیا، اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا؛ لیکن وہاں کے چودھری اس کے ساتھ کھلانا پلانا تو درکنار، اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے تھے، وہاں جلسہ تھا، اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت تھانویؒ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں، یہ اس کی سخت دل شکنی ہے، حضرت نے دل میں سوچا کہ محض سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا، سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پرواہ کرتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے ایک لوٹے میں پانی منگوایا، جب پانی آ گیا تو حضرت تھانویؒ نے اس نومسلم سے فرمایا: ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیئو، پھر لوٹا اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا، پھر آپ نے سب سے فرمایا: سب لوگ پانی پیئیں، اس وقت سوامان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا، سب نے جیسے تیسے پانی پیا، پھر حضرت نے فرمایا: دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا، کہنے لگے: اجی بس، اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا، آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا، اب آپ اطمینان رکھیں، اب ہم اُسے اپنے ساتھ کھلائیں گے پلائیں گے، اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا، جب اس کا جھوٹا پانی ہی آپ نے پلوا دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''المسلم أخو المسلم ''یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا انسان کا اپنے بھائی کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے ہر مسلمان کے ساتھ وہی معاملہ ہونا چاہیے، خواہ وہ مسلمان اجنبی ہو اور بظاہر اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، بظاہر اس کے ساتھ دوستی کا کوئی تعلق نہ ہو؛ لیکن تم اس کو اپنا بھائی سمجھو۔

اس ایک جملے کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے امتیازات اور تعصّبات کی جڑ کاٹ دی کہ یہ تو فلاں وطن کا رہنے والا ہے اور میں فلاں وطن کا رہنے والا ہوں، یہ فلاں زبان بولنے والا ہے، میں فلاں زبان بولنے والا، یہ فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، میں فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، اس ایک جملے نے امتیازات اور تعصّبات کی جڑ کاٹ دی جو آج ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، چاہے وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، کسی وطن کا باشندہ ہو، کسی بھی پیشے سے اس کا تعلق ہو، کسی بھی ذات یا نسل سے اس کا تعلق ہو، ہر حالت میں وہ تمہارا بھائی ہے۔ (حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف: ص/۵۶) ☆☆

نور ہدایت

سیرت محمدیؐ - انسانیت کے لیے اعلیٰ نمونہ

● .... مولانا محمد مجاہد ندوی

انسان کسی اسوہ کا محتاج ہے

اللہ رب العزت نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اور جو مزاج اس کو عطا فرمایا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نمونہ اور ماڈل کو دیکھ کر عمل کرنے کا عادی ہوتا ہے، کوئی بھی عمدہ سے عمدہ نصیحت اور اچھی سے اچھی تعلیم اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس کے پیچھے کوئی ایسی عملی شخصیت نہ ہو جو انسان کی توجہ اور محبت کا مرکز بن سکے اور انسان اُس کی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال سکے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ ۱۹۲۵ء میں مصر سے واپس آرہا تھا، اتفاق سے اسی جہاز میں مشہور شاعر ڈاکٹر رونددرناتھ ٹیگور بھی سوار تھے، ایک مسافر نے ان سے سوال کیا کہ 'برہمو سماج' کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ اور صلح کل تھے، اس کی تعلیم تھی کہ سارے مذاہب سچے ہیں، اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی، وہ موجودہ حالات کو دیکھ کر بنایا گیا تھا، لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے کامیابی حاصل نہ کی، ڈاکٹر ٹیگور نے اس کے جواب میں بہت گہرا نکتہ بیان کیا، فرمایا کہ 'برہموسماج' اس لیے ناکام ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی جو برہمو سماج کے ماننے والوں کی توجہ کا مرکز بنتی اور جس کو سامنے رکھ کر زندگی گزاری جاتی''، اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی (Practical Life) کے بغیر ناکام ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر انسان کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہر اعتبار سے مکمل ہو، تاکہ انسان اس کو اپنے لیے اسوہ اور نمونہ بنا سکے اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزار سکے۔

اسی طرح انسان ایک کامل اور مکمل جز ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے افضل و اشرف ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی شان خلاقی کا سب سے بڑا نمونہ ہے، قرآن مجید میں جہاں انسان کی تخلیق کو بتایا گیا ہے، جس میں انسان کی پیدائش کی جو جسمانی نشوونما (Bilogical Stages) کو بیان کیا گیا ہے، وہ بیان کرنے کے بعد خود قرآن کا اعلان ہے: ''فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (بابرکت ہے وہ ذات جو انتہائی خوبصورتی اور حسن وجمال کے ساتھ تخلیق کرتی ہے) گویا قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کو خلاقیت کا اعلیٰ ترین اور حسین ترین نمونہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے ایسے خوبصورت، مکمل اور کامل جز کو ڈیل (Deal) کرنے کے لیے ایک حسین ترین، مکمل ترین اور جامع اسوہ (Model) کی ضرورت ہے۔

پیغمبر حضرت محمدؐ سارے انسانوں کے لیے اسوہ

چونکہ اللہ رب العزت ہی سارے انسانوں کا خالق و مالک ہے اور وہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کا خواہاں ہے، لہٰذا اس نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جس باکمال اور عظیم شخصیت کو اسوہ اور ماڈل بنایا ہے وہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری و باطنی تمام کمالات سے مکمل طور پر آراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا، تاکہ آپ انسانوں کے سامنے ہر دور کے لیے اور زندگی کے ہر شعبہ کا عملی نمونہ پیش کر سکے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (بلاشبہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک کے لیے سارے انسانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں اور آپ کے اقوال، افعال اور طرز زندگی سارے انسانوں کے لیے حجت اور مشعل راہ ہے، یہ اس لیے کہ آپؐ کی ذات ہی سب سے جامع اور مکمل ہے اور آپ ہی وہ رہنما اور رہبر ہیں جس نے ساری راہ کو اپنی عملی مثالوں سے روشن کردیا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھ میں اپنی عملی زندگی کی پوری گائڈ بک دے دی جس کو لے کر ہر انسان ایک کامل اور مکمل زندگی گزار سکتا ہے۔

رسول اللہ کے اسوہ ہونے کے عقلی دلائل

یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ساری انسانیت کے لیے اسوہ حسنہ اور رول

File F:\Front.tif not found.

ماڈل ہے اور آپ کی ہی اتباع میں سارے انسانوں کی کامیابی ہے، محض کسی عقیدت اور محبت کی وجہ سے نہیں کیا جارہا، بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کے پیچھے منطق، تاریخی ثبوت اور واضح دلائل موجود ہیں۔

یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ دنیا میں بہت سی عظیم اور بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے نئے مذاہب کی بنیاد رکھی اور انسانوں کی بڑی تعداد کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، آج بھی لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے پیروکار (Followers) دنیا میں موجود ہیں۔تو یہ کہنا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی تمام انسانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے یہ دعویٰ کن بنیادوں پر کیا جارہا ہے۔

دیکھیے! کسی بھی شخصیت کی زندگی کو نمونہ بنانے کے لیے اس کی زندگی میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی اگر کوئی شخصیت ان شرائط پر پوری اتر جائے تو اسے اسوہ اور نمونہ بنایا جاسکتا ہے، ان میں سے تین بنیادی اور ضروری شرائط یہ ہیں:

۱- تاریخیت: اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخصیت کو سارے انسانوں کے لیے نمونہ اور رول ماڈل بنایا جارہا ہو اس کا وجود تاریخی لحاظ سے ثابت شدہ ہو اور اس کی زندگی کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ ہو۔

۲- جامعیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے انسان کو اپنی زندگی گزارنے میں جن ہدایات اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اس شخصیت میں موجود ہو۔

۳- عَملیّت: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کا بانی یا شارع جن تعلیمات کو پیش کررہا ہے پہلے خود اس نے ان پر عمل کرکے دکھایا ہو، اور خود اسکے عمل نے اس کی تعلیمات کو قابل عمل (Practical) ثابت کیا ہو۔

ان تینوں شرائط کے معیار پر اگر تمام مذہبی شخصیات کی زندگیوں کو پرکھا جائیں تو سوائے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا، اب ان تینوں شرائط کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو میں آپ حضرات کے سامنے تفصیل سے پیش کرتا ہوں۔

آپؐ کی شخصیت کا تاریخی پہلو

جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا کہ کسی بھی شخصیت کو اسوہ اور نمونہ بنانے کے لیے پہلی ضروری شرط تاریخیت ہے، تاریخی پہلو یا تاریخیت سے مراد یہ ہے کہ جس شخصیت کو سارے انسانوں کے لیے رول ماڈل بنایا جارہا ہو اس کی زندگی کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ ہو اور اس کے جو سوانح اور حالات پیش کیے جائیں وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہوں، یعنی ان کی زندگی کے تمام واقعات Authentic ہوں، ان کی حیثیت قصوں اور کہانیوں کی نہ ہو۔

اب اگر کسی بھی مذہب کے بانی کو اس معیار پر پرکھا جائے تو کوئی بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا، مثلاً ہندو مذہب کے رہنماؤں میں سے کسی کو بھی تاریخی استناد حاصل نہیں، ان کی زندگی کے حالات کا کسی کو کچھ علم نہیں، ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو مہابھارت اور رامائن کے ہیرو ہیں، مگر ان کی زندگی کے حالات سے کوئی واقف نہیں، یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ واقعات کس زمانہ اور کس دور میں پیش آئے، خود ہندو مذہب کے بڑے رہنماؤں میں ان واقعات کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، بلکہ یورپ کے بعض محققین تو ان کو فرضی داستان قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح مجوسی مذہب کے بانی ”زرتشت“ کو آج بھی لاکھوں لوگ مانتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے تفصیلی حالات کسی کو معلوم نہیں، وہ کہاں پیدا ہوئے؟ ان کا خاندان کونسا تھا؟ انہوں نے کن لوگوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی؟ وہ کونسی زبان بولتے تھے؟ اور ان کی وفات کب ہوئی؟ وغیرہ ان سب کے بارے میں کوئی مستند اور Authentic معلومات موجود نہیں ہیں، یہاں تک کہ زرتشت کے تاریخی وجود ہی کو بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

ایشیا کا ایک وسیع مذہب ”بدھ مت“ ہے جو کبھی ہندوستان، چین، افغانستان اور ترکستان تک پھیلا ہوا تھا اور آج بھی برما، چین، جاپان اور تبت میں موجود ہے، لیکن اتنے بڑے مذہب کے بانی (Founder) کی زندگی کے تفصیلی حالات موجود نہیں ہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک راجہ کے گھر میں پیدا ہوئے اور حقیقت کی تلاش میں انہوں نے گھر بار سب چھوڑ دیا، وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے رہے، پھر انہیں حقیقت کا انکشاف ہوا، انہوں نے اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کا کام کیا اور پھر اس دنیا سے رخصت ہوگئے، اس کے علاوہ ہم ان کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے۔

اسی طرح گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات کا تورات سے کچھ پتہ چلتا ہے، مگر خود تورات کے مستند ہونے میں اختلاف ہے، انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے

File F:\Front.tif not found.

مصنف تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہزار سال کے بعد لکھی گئی، ان کا یہ بھی کہنا ہے کے اس میں بہت ساری ملاوٹ ہو چکی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات انجیل میں ملتے ہیں، مگر عیسائی حضرات بے شمار انجیلوں میں سے صرف چار کو تسلیم کرتے ہیں اور ان چار انجیلوں میں بھی شدید اختلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ خود عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کوئی شخصیت تھے یا محض وہمی اور دیومالائی وجود رکھتے ہیں۔ جیسا کہ برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) اور کئی دوسرے مغربی اہل علم کا خیال ہے، یہی بات بہت سے مغربی اسکالر نے حضرت موسیٰ کے بارے بھی کہی ہے کہ حضرت موسیٰ کوئی تاریخی شخصیت نہیں تھے بلکہ ان کا وجود محض دیومالائی کہانی ہے، اس شک کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان شخصیات کے بارے میں معلومات کی سخت کمی ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر مذاہب کے بانیوں کے حالات زندگی موجود نہیں ہیں، اور جو تھوڑی بہت معلومات ملتی ہیں وہ بھی غیر مستند (Unauthentic) ہیں۔

اب آیئے اس شرط کی روشنی میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیں! دیگر مذہبی شخصیات کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معمولی سے معمولی گوشہ بھی محفوظ ہے، مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کے ادنیٰ سے ادنیٰ حالات جس توجہ اور محنت سے جمع کیے ہیں انسانی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا کہ ایک فرد کی زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے اقوال، اس کے اعمال، اس کا طرز عمل، اس کے عادات، اس کے خصائل، اس کے شمائل اور اس کی زندگی کے شب و روز کو اس طرح محفوظ کیا گیا اور اتنی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا کہ انسان تصور نہیں کرسکتا، آپؐ کے ارشادات اور معمولات کو محفوظ رکھنے کے لیے چھ لاکھ لوگوں نے اپنا وقت صرف کیا، چھ لاکھ انسانوں نے زندگیاں اس طرح صرف کی کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی اور کام نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ تحقیق کے اس اعلیٰ معیار پر ہیں کہ کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا، آپ کے اقوال، افعال اور زندگی کے حالات جن افراد کے ذریعہ ہم تک پہونچے ہیں انہیں محدثین اور سیرت نگار کہا جاتا ہے، جب آپ کے تمام احوال کو جمع کرلیا گیا تو ان حضرات نے انسانی تاریخ میں پہلی بار وہ کارنامہ انجام دیا جسے دیکھ کر انسانی تاریخ دنگ رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ جس کسی شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور معمولات کے کسی حصہ کو بھی بیان کیا اُن تمام راویوں کی زندگی کو بھی محفوظ کرلیا گیا، وہ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ انہوں تعلیم کس سے حاصل کی؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سماج میں ان کا کیا مقام تھا؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ ان تمام معلومات کو بھی جمع کرلیا اور ان تحقیقات کے ذریعہ سے وہ عظیم الشان فن وجود میں آیا جس کو ''اسماء الرجال'' کہا جاتا ہے۔

یہ ایک ایسا فن ہے کہ انسانی تاریخ میں کسی قوم نے ایسا فن ایجاد نہیں کیا بلکہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور بھی نہیں آیا۔ مشہور جرمن اسکالر ڈاکٹر اسپرنگر (Springer) جنہوں نے حافظ ابن حجر کی مشہور کتاب ''الاصابہ'' کو ایڈٹ کرکے شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح ''اسماء الرجال'' کا عظیم الشان فن ایجاد ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہوسکتا ہو''۔

محدثین اور سیرت نگاروں نے کس محنت اور جانفشانی سے اور کتنے مستند اور Authentic طریقہ سے یہ ذخیرہ ہم تک پہنچایا ہے، اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہوجائے گی، سردست صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک صحابی مدینہ منورہ میں رہتے تھے، ان کو پتہ چلا کہ ایک حدیث جو ان کو یاد تھی، لیکن انہوں نے اسے کسی اور ذریعہ سے سنی تھی، ان کو پتہ چلا کہ ایک صحابی ہیں جو مصر میں رہتے ہیں، وہ مصر کے گورنر تھے، اور انہوں نے اس حدیث کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے ان صحابی سے اس حدیث کی تصدیق کے لیے مصر کا سفر کرنے کا ارداہ کیا، انہوں نے اونٹ سواری کے لیے لیا، مدینہ سے مصر کے لیے روانہ ہوئے، اب مدینہ سے مصر جانے کے لیے پہلے تبوک جانا پڑے گا، اس سے آگے خلیج عقبہ میں جانا پڑے گا، وہاں سے سنائی میں داخل ہونا پڑے گا، وہاں سے پھر فسطاط جہاں یہ گورنر رہتے تھے، یہ پہونچے وہاں، کسی سے گورنر کا گھر معلوم کیا، ان کے گھر گئے، دروازہ کھٹ کھٹایا، ملازم نکلا، اس سے کہا گورنر کو بھیجو، کہنا میں مدینہ سے آیا ہوں، ملازم نے اندر جاکے ان گورنر صحابی کو اطلاع دی، وہ سمجھ گئے کے میرا ہی کوئی دوست ہے وہ فوراً آئے، ان سے ملے، پوچھے کیسے آنا ہوا؟ ان صحابی نے وہیں کھڑے کھڑے دریافت کیا، میں نے سنا

File F:\Front.tif not found.

ہے کہ آپ کے پاس فلاں حدیث ہے اور آپ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، کہا ہاں سنی ہے، پوچھا کیا الفاظ تھے، ان صحابی نے کہا میں بتاتا ہوں لیکن پہلے آپ اندر تو تشریف لائیں، انہوں نے کہا نہیں میں بس اسی کام کے لیے مدینہ سے آیا ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ اس حدیث کے الفاظ کیا ہیں؟ انہوں نے حدیث کے الفاظ سنائے، کہا الحمدللہ ان ہی الفاظ کے ساتھ مجھے بھی یہ حدیث پہونچی ہے، میں بس اس کی تصدیق کے لیے آپ کے پاس آیا تھا، السلام علیکم، گورنر صحابی نے بہت روکنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے کہا میں بس اسی کام کے لیے مدینہ سے آیا تھا، انہوں نے اپنے اونٹ کی باگ موڑی اور مدینہ واپس آگئے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات کتابوں میں محفوظ ہیں، ایک کتاب ہے "الرحلة فی طلب الحدیث" اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ ان حضرات نے حضور پاک علیہ السلام کے ارشادات، معمولات اور زندگی کے حالات کو جمع کرنے لیے کتنے اسفار کیے اور کتنی محنت، مشقت اور کتنے مستند طریقے سے یہ ذخیرہ ہم تک پہونچایا ہے۔

ان تفصیلات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا تاریخی پہلو آپ حضرات کے سامنے آگیا ہوگا، آپ دیکھ سکتے ہیں جتنے مستند طریقے سے آپ کے حالات ہمارے سامنے آگئے ہیں اتنا دوسری کسی بھی شخصیت کے حالات آج محفوظ نہیں ہیں، کسی بھی شخص کی زندگی کے حالات کو مستند طریقے پر محفوظ کرنے کے لیے جتنے بھی امکانی ذرائع اور طریقے انسانی دماغ میں ہوسکتے ہیں محدثین اور سیرت نگاروں نے ان تمام طریقوں اور ذرائع کو اختیار کیا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے خطبات مدراس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ریونڈ باسورتھ اسمتھ (R. Bosworth Smith) کی کتاب "محمد اینڈ محمد ازم" سے اس کی یہ بات نقل کی ہے، وہ کہتا ہے کہ: "جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتدانا معلوم ہونے کی) نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جن کو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہی، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم اور ان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں شاید زیادہ جانتے ہیں، ہم زرتشت اور کنفیوشش کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں، موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں جو ہم ایمبروس (Ambrose) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم درحقیقت عیسیٰ مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جس نے تین سال کے لیے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے، ایک آئیڈیل لائف جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے۔

لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عربی مصنفین میں نہیں ہیں، یا اگر ہے تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کیے جاسکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پہنچ سکتی ہے"۔

ہم نے دیکھا کہ مذاہب کی تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی وہ واحد شخصیت ہے جو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے، آپ کے علاوہ کسی بھی شخصیت کا وجود تاریخی اعتبار سے ثابت شدہ نہیں ہے، خود ان کے پیروکاروں نے اپنے مذہبی شخصیات کے تاریخی وجود کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے، لیکن رسول اللہ کے بارے میں آپ کا بڑے سے بڑا مخالف بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ آپ کی ذات تاریخی طور پر ثابت شدہ نہیں ہے۔

حیات رسولؐ کی جامعیت

کسی بھی شخصیت کو سارے انسانوں کا رول ماڈل بنانے کے لیے دوسری ضروری شرط جامعیت ہے، جامعیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں جن ہدایات اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اس شخصیت میں موجود ہو، اس نقطہ نظر سے بھی دیکھئے تو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ (جاری)

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

رسید کتب

تعارف وتبصرہ

محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی

☆متاعِ قلم

از: مفتی محمد نعیم مظاہری الٰہ آبادی

۳۹۸/صفحات پر مشتمل یہ کتاب سابق مدیرِ تحریر ماہنامہ 'مفتاح الخیر' جلال آباد مظفر نگر یوپی کے مختلف دینی، اصلاحی، فکری اور تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہے، مفتاح الخیر حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خاں جلال آبادی خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یاد میں نکلتا تھا۔

کتاب کے مقدمہ میں صدر مسلم پرسنل لابورڈ و ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی تحریر فرماتے ہیں: ''اس مجموعۂ مضامین 'متاعِ قلم' میں دفاعِ شریعت، اصلاحِ معاشرہ، دعوت وتبلیغ، حدودِ شریعت کی رعایت، تعلیم، دینی وملی تحریکات، مدارس اور مدارس میں جو کوتاہی اور بے راہ روی کی شکلیں پیدا ہورہی ہیں' ان کی نشاندہی، خاص طور پر مدارسِ نسواں اور عورتوں کے مسجد جانے اور سفر اختیار کرنے میں حدودِ شریعت کی رعایت نہ کرنے اور مدارس کے قیام میں احتیاط کے پہلو کی فکر نہ کرنے اور مزارات پر جانے کے نقصانات کو بھی اپنے مضامین کے ذریعہ بیان کیا ہے، ان کے علاوہ وہ مضامین بھی ہیں جو سماج میں رسوم وبدعات کے ازالہ کے لئے لکھے گئے''۔

کتاب کا 'تقدمہ' مدیر 'البعث الاسلامی' و مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے قلم سے ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں: ''اس کتاب میں جو دینی وشرعی باتیں اور ضروری رہنمائی اور ہدایات موجود ہیں وہ ہر شخص کے لیے مفید ہیں، اس لیے اس کتاب کا ترجمہ ہندی زبان میں ہونا بھی مفید ہوگا''۔

کتاب کے شروع میں دیگر اکابر کی تحریروں میں 'سندِ اعتبار' از مولانا سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم سہارنپور، 'کلماتِ تبریک' از مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور 'تقریظِ بلیغ' از مولانا محمد سالم قاسمی صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند شامل ہیں۔

کتاب مختلف ابواب پر مشتمل ہے؛ پہلا باب دفاعِ شریعت، دوسرا باب ندائے اسلام، تیسرا باب اصلاحِ معاشرہ، چوتھا باب دعوت وتبلیغ، پانچواں باب علم وعلماء، چھٹا باب مدارسِ نسواں، ساتواں باب رسوم وبدعات، آٹھواں باب وفیات اور آخری ونواں باب منظوم کلام کے عنوان سے ہے۔

سائز درمیانی، طباعت وکاغذ متوسط اور مجلد ہے، قیمت ۳۵۰ ہے، اسلامک اکیڈمی، دیوبند نے شائع کی ہے، رابطہ کے لیے ۹۰۲۷۵۷۵۹۰۷ موبائل نمبر درج ہے۔

☆تعلیم نفسیات

از: سید معصوم ثاقب

درمیانی سائز کے ۴۶/صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مدارس و مکاتب کے مدرسین کے لیے ایک تحفہ معلوم ہوتا ہے، اس کے مصنف سید معصوم ثاقب ہیں' جو دار العلوم امدادیہ رائے چوٹی ضلع کڈپہ آندھرا پردیش سے تعلق رکھتے ہیں۔

رسالہ کی تقریظ میں مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند رقم طراز ہیں: ''...... 'تعلیمِ نفسیات' کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے علمِ نفسیات میں اگر درک حاصل ہوجائے تو نہ صرف یہ کہ انسانی جبلت اور فطرت میں موجود نکات اور استعدادات کو صحیح رخ دینے اور ان کا صحیح استعمال کرنے میں مدد ملے گی؛ بلکہ درس وتدریس اور تعلیم و تعلم میں بھی ان اصول نفسیات کی رعایت کرنے سے بچوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کو صحیح طریقہ پر استعمال کرتے ہوئے ان کی بہترین تعلیم وتربیت کی یقینی بنایا جاسکتا ہے، مفتی سید معصوم نے اس کتاب کی ترتیب میں صرف مغربی ماہرینِ نفسیات کی تحقیقات کو پیشِ نظر نہیں رکھا، بلکہ اسلامی تعلیمات و ہدایات سے مکمل رہنمائی حاصل کرتے ہوئے مغرب کے دین بیزار ماہرینِ نفسیات کی نام نہاد سائیکالوجی کے مقابلہ میں اسلامی نفسیات کو ایک ضروری علم اور دلچسپ موضوع بنا کر پیش کیا ہے''۔

اس تقریظ کے علاوہ 'تعارفی کلمات' خلیفۂ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ' مولانا حافظ طیب مدظلہ کے قلم سے ہے جس میں مصنف کے خانوادہ اور فیض آباد میں اس کی دینی وروحانی خدمات کا تذکرہ ہے، 'تاثرات' کے عنوان سے جناب حافظ محمد ہدایت اللہ (ایم اے) رائے چوٹی کی تحریر ہے، جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے مقدمہ معلوم ہوتی ہے، مصنف کے قلم سے 'تمہید' بھی بڑی معلومات افزا ہے، مجموعی طور پر یہ رسالہ اپنے موضوع پر بہت نافع اور جامع معلوم ہوتا ہے۔

طباعت عمدہ، کاغذ متوسط درجہ کا ہے، مکتبہ نعمانیہ دیوبند نے شائع کیا ہے، قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

نقوش سیرت

......کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر

● محمد جاوید اختر ندوی

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا، آپؐ بے حد نرم دل تھے، آپؐ کی آنکھیں بہت جلد نم اور اشکبار ہو جاتیں، کمزوروں اور بے زبان جانوروں تک کے ساتھ آپؐ نرمی کا حکم فرماتے تھے، شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، ذبح کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں سے ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے۔''

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ''ایک شخص نے ایک بکری زمین پر ذبح کرنے کے لیے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کو دوبارہ مارنا چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کر لی'' ؟ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی اور ان کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہنچانے کو باعث اجر و ثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا اور اس کے فضائل بیان فرمائے ، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ ''ایک شخص کہیں سفر پر تھا راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی ، سامنے ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اتر گیا جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا یہی اس کا بھی ہے، وہ کنویں میں اترا، اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرما دی''۔

لوگوں نے عرض کیا کہ: ''یا رسول اللہ ! بہائم اور جانوروں کے معاملے میں بھی اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہر اس مخلوق میں جو تر و تازہ جگر رکھتی ہے ، اجر ہے''، عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ آپؐ نے بیان فرمایا کہ: ''ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے اپنی بلی کو نہ کھانا پانی دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض ہی سے اپنا پیٹ بھر لے''۔

سہیل بن عمروؓ (ایک روایت میں ہے سہیل بن الربیع بن عمروؓ) روایت کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ لاغری کی وجہ سے اس کے پیٹ میں لگ گئی تھی ، آپؐ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں اللہ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح ، ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں''۔

عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول ایک انصاری کے احاطہ میں داخل ہوئے ، اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے جب آپؐ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپؐ اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کوہان اور کنپٹیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس کو سکون ہو گیا، پھر آپؐ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے ؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تم اس جانور کے معاملے میں، جس کا مالک اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں ، وہ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ تم اس کو تکلیف دیتے ہو اور ہر وقت کام لگائے رکھتے ہو''۔

ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپؐ ایک ضرورت کے لیے وہاں سے تھوڑے دیر کے لیے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے لے لیے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگی، آپؐ تشریف لائے اور پوچھا کہ کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے؟ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اس کے بچے واپس کرو، یہاں ہم نے چیونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی اور اس کو جلا دیا، آپؐ نے فرمایا کہ کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے، آپؐ نے فرمایا کہ آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے''۔

خادم، نوکر اور مزدور کے ساتھ جو عام انسانوں کی طرح ہی انسان ہیں اور جن کا اپنے مالک اور آقا پر احسان ہے، آپؐ نے حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، وہ اس کے علاوہ ہے، جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا کہ: ''جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا نہ کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، تمہارے بھائی، تمہارے خادم اور مددگار ہیں، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو، وہ اسکو کھلائے ، جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے ، ان کے سپرد ایسا کام نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر ایسا کرنا پڑے تو پھر ان کا ہاتھ بٹاؤ''۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: حرمین شریفین میں عصر کی نماز کافی پہلے یعنی ایک ہی مثل پر ہوا کرتی ہے، جب کہ احناف کے یہاں عصر کا وقت دو مثل پر شروع ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا حنفی مقتدیوں کی نماز ہوجائے گی، اگر وہ جماعت میں شامل ہوکر نماز ادا کریں؟

جواب: حنفی مسلک پر چلنے والے اگر مثل اول میں عصر کی نماز حرمین شریفین میں جماعت کے ساتھ ادا کریں، تو بلاشبہ نماز ادا ہوجائے گی، اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا، امام ابوحنیفہ کا اگرچہ مشہور قول یہی ہے کہ دو مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، لیکن دوسرا قول ایک مثل کا بھی ہے، تمام ائمہ بشمول امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ اسی کے قائل ہیں، صاحب درمختار علامہ حصکفیؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

[ردالمحتار علی الدرالمختار: ج ۲/ص ۱۵]

ہندوستان کے علماء میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ [فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۹۹]

سوال: جو لوگ نماز شروع ہونے کے بعد مسجد آئیں، آگے کی صف پوری ہوچکی ہو، تو انہیں نئی صف میں کس طرح کھڑا ہونا چاہیے، کیا وہ دائیں جانب سے کھڑے ہوں؟

جواب: جو لوگ بعد میں آئیں، نئی صف بن رہی ہو، لیکن اتنے لوگ نہیں ہوں کہ صف مکمل ہوسکے تو درمیانی حصہ سے نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہیے، جیسے جیسے نمازی آتے جائیں، دائیں اور بائیں صفیں بڑھتی جائیں، یہ نہ ہو کہ بعد میں آنے والے بالکل دائیں طرف کھڑے ہوجائیں اور باقی صف خالی رہے۔

[فتح الباری: ج ۲/ص ۲۶۵]

سوال: آج کل حرم مکی میں نماز کی صفیں مسجد سے باہر لگ جاتی ہیں، خاص طور پر حج اور رمضان کے دنوں میں بھیڑ کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے، حالانکہ مسجد حرام کے باہر بیچ میں کئی کئی صفوں کی جگہ چھوڑی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کے بعد نمازیوں کی صفیں بن جاتی ہیں، کیا اس صورت میں اقتداء درست ہوگی، اور چھوٹی ہوئی جگہ کے بعد جو مقتدی ہوتے ہیں، ان کی نماز ہوجائے گی؟

جواب: صفوں کے درمیان فاصلہ کے سلسلہ میں مسجد اور صحراء میں فرق ہے، مسجد کے اندر صفوں کے درمیان اگر ایک دو صف کا فاصلہ ہو تو اقتداء میں کوئی حرج نہیں ہے، فقہاء کے نزدیک فناء مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے، مسجد حرام یا مسجد نبوی کے باہر جو صحن ہے، وہ مسجد کے حکم میں ہے، اس لیے وہاں دو صفوں کے فاصلہ کے باوجود اقتداء درست ہے، البتہ صحراء یا کھلے میدان میں نمازیوں کی صفیں ہوں تو وہاں دو صفوں یا ایک سڑک یا نہر کے بقدر فاصلہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے، اور بعد کی صفوں میں جو لوگ ہوں گے، ان کی نمازیں نہیں ہوں گی۔

[الدرالمختار علی ردالمحتار: ج ۲/ص ۲۳۲]

سوال: بعض دفعہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہوتی ہے، مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے پچھلی صف کے نمازی کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے، اگر صف کے خلا کو چھوڑ دیا جائے تو یہ بھی آداب کے خلاف ہے، اور نمازی کے سامنے سے گزر کر جایا جائے تو یہ اس کی بھی ممانعت ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر آگے کی صف میں جگہ خالی ہو تو صفوں کے بیچ سے نکلتے ہوئے آگے کی صف پوری کرلینی چاہیے، اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صف کے کنارے سے داخل ہوں، اور سامنے سے گزرتے ہوئے خالی جگہ کو پر کریں، کیوں کہ جن لوگوں نے درمیان میں خلا چھوڑا ہے، وہ اس کے ذمہ دار ہیں، یہی وجہ ہے کہ صف پُر کرنے کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرنے والوں پر اس کا گناہ نہیں ہوگا۔

[منیۃ المصلی وغنیۃ المتملی: ص ۲۴۴]

سوال: تنہا نماز ادا کرنے کے مقابلہ میں جماعت سے نماز ادا کرنے کی فضیلت بہت زیادہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ فضیلت پوری نماز یعنی شروع سے اخیر تک جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے حاصل ہوگی، یا نماز کے کسی حصہ میں شامل ہوجانے سے یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی، بعض حضرات اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں، صحیح کیا ہے؟

جواب: فقہاء احناف کی معتبر رائے یہ ہے کہ اگر نماز کے ایک جزء میں بھی امام کے ساتھ شرکت ہوجائے تو جماعت میں شرکت سمجھی جائے گی، اور اس مقتدی کو جماعت کا ثواب ہوگا، البتہ فرق یہ ہوگا کہ جتنی دیر امام کے ساتھ شرکت ہوگی، اسی لحاظ سے اجر وثواب حاصل ہوگا، اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آدمی جلد سے جلد نماز میں پہونچے اور پوری جماعت میں شریک ہو اور مکمل ثواب حاصل کرے۔

[کبیری، ص/۱۵۰]

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

۲۵؍نومبر ۲۰۱۷ء

NADWATUL-ULAMA

PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW

226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء

پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ لکھنؤ

۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

باسمہٖ تعالیٰ

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم وروحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری وامتیاز کا اعلان واظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون واعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''یہ سونے کی چڑیاں سب اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی۔''

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل وعریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی ونظامت میں اگر احباب ومخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، وماذلك على الله بعزيز.

(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

(عطیات) **A/C NO. 10863759711**

(زکوۃ) **A/C NO. 10863759766** **(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)**

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.